مولانا ارشد جمال اشرفی

# ابدال کا تعارف

## ایک تحقیقی مطالعہ



الاسلام مشن بنارس

مولانا ارشد جمال اشرفی

# ابدال کا تعارف

## ایک تحقیقی مطالعہ

الاسلام مشن بنارس

**Abdaal Ka Ta,aruf**

Ek Tahqeeqi Mutala

by

**Maulana Arshad jamal Ashrafi**

D.43/107,Bazar Sadanand.

Varanasi.U.P.India.221001

email:aimvns@gmail.com

**First Published: April-2001**

**Al-Islam Mission**

**Varanasi.U.P.India.**

# اِس کتاب میں

# پیش لفظ

یہ میری کتاب پہلی بار اپریل ۲۰۰۱ء میں ''کتابُ الاَبدال'' کے نام سے شائع ہوئی تھی۔عرصہ دراز کے بعد مجھے موقع ملا کہ میں اِس پر نظرِ ثانی کر سکوں۔نظرِ ثانی کے دوران ،بعض جگہ مجھے تحقیق کی کچھ خامیوں کا احساس ہوا، جسے میں نے حذف واضافہ کر کے درست کرنے کی پوری کوشش کی ہے اورمزید بہتر بنانے کے لئے ضروری ترمیم بھی۔

اِس ترمیم شدہ نسخے کا نام بھی بدل دیا گیا ہے۔اب اِس کتاب کا نام ہے:

**''اَبدال کا تعارُف......ایک تحقیقی مطالعہ''**

لٰہذا پہلی طباعت کے بعض مضامین کو منسوخ سمجھا جائے۔

نہیں کہا جاسکتا کہ اب کہاں کیا کمی رہ گئی ہے۔کمی اور عیب سے پاک تو صرف اُس خدائے بزرگ و برتر کی شان ہے۔

**السعی منی و الاتمام من اللّٰہ تعالیٰ وھو الموفق الاعلیٰ.**

ارشد جمال اشرفی

01-11-2024

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''ابدال''جنھیں''رجال الغیب''اور''مردانِ غیب''بھی کہا جاتا ہے ۔اُن کا وجود تواتر کی حد تک ثابت ہے اور ابدال کی اصطلاح قابلِ اعتماد حدیثوں میں موجود ہے۔ اِس کے باوجود کچھ اہلِ علم حضرات نے اُن تمام حدیثوں کو باطل اور غیر صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ ابن قیم لکھتے ہیں:

ابدال ،اقطاب ،اغواث ،نقبا، نجبا اور اوتاد کی...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی تمام حدیثیں باطل ہیں۔[۱]

شیخ ابن تیمیہ نے بھی اُن حدیثوں کے صحیح ہونے کا انکار کیا ہے۔[۲]

حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ اِس باب میں حضرت انس سے مروی ساری حدیثیں ضعیف ہیں۔[۳]

حافظ سخاوی کے قول کا رد کرتے ہوئے عجلونی رقمطراز ہیں:

لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ حدیثیں اپنے تعدد طرق کثیرہ کی بنیاد پر قوی ہو جاتی ہیں۔[۴]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ............ابدال کی حدیثیں''صحیح''کے درجے تک پہنچتی ہیں۔اُنھیں بالکلیہ باطل یا ضعیف قرار دے دینا غیر علمی بات ہے۔جیسا کہ آئندہ اوراق میں

---

[۱] المنار المنیف:۱۲۳

[۲] مجموع الفتاویٰ:۴۳۳/۱۱

[۳] المقاصد الحسنۃ:۲٦

[۴] کشف الخفاء:۲۱/۱

اُس کی تحقیق کے جلوے بے حجاب ہوں گے۔بعض لوگ ابدال کے نظریے کو غیر اسلامی نظریہ قرار دیتے ہیں۔اُنھیں اُس میں فلسفہ اور ویدانت کا رنگ جھلکتا دکھائی دیتا ہے،وہ اُسے رفض والحاد تک کہہ ڈالتے ہیں۔[۵] اگر معاملہ ایسا ہوتا کہ حقیقتِ ابدال کچھ نہیں، ابدال کی اصطلاح بدعت وضلالت کی ایجاد ہے تو پھر سلف صالحین میں اُس کا کوئی تصور ہی نہ ہوتا، جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ متعدد ائمہ دین ومحدثین اور صلحا نے ابدال کا نظریہ پیش کیا ہے۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کے بارے میں کہا کہ:

''ہم اُسے ابدال میں شمار کرتے ہیں''۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا زمین میں اللہ کے ابدال ہیں؟

فرمایا: ہاں!

پوچھا گیا: وہ کون لوگ ہیں؟

جواب ملا: اگر اصحابِ حدیث ابدال نہ ہوں تو پھر میں اللہ کے ابدال کو نہیں جانتا۔

حافظ ابوعبداللہ محمد بن علی بن عبداللہ الصوری نے اصحابِ حدیث کی شان میں چند اشعار کہے جس میں اُن کا آخری شعر یہ تھا ؂

اِنَّ اَبْدَالَ اُمَّتِی الْمُصْطَفٰی اَحْ　　مَدُهُمْ حِیْنَ تُذْکَرُ الْاَبْدَالُ

(جب امت محمد یہ کے ابدال کا تذکرہ ہوگا
تو احمد بن حنبل اُن میں سے ایک ابدال ہوں گے۔)

امام بخاری نے ایک دوسرے شخص کے بارے میں کہا:

لوگ اُس کے بارے میں شک نہیں کرتے تھے کہ وہ ابدال میں سے ہے''۔[٦]

---

[۵] حاشیۃ المنار المنیف: ۱۲۴

[٦] المقاصد الحسنۃ: ۲۸، الحاوی: ۲/۴۷

ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کے بارے میں حافظ عراقی لکھتے ہیں:

''میں اُن سے محبت رکھتا ہوں، خدا کا اِس قدر خوف رکھنے کی بنا پر اُنھیں ابدال میں شمار کیا جاتا ہے''۔[۷]

قتادہ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

''ہمیں شک نہیں کہ حسن بصری ابدال میں سے ہیں''۔

اِن حضرات کے علاوہ بھی بیشمار نقاد وحفّاظ وائمہ اسلام کو ''ابدال'' کہا گیا ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی نے ''الفتح الرّبانی'' میں جابجا اور ''فتوح الغیب'' کے بعض مقام پر ابدال کا تذکرہ کیا ہے۔ یونہی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے ملفوظات ''لطائف اشرفی'' میں ابدال کا کثرت سے تذکرہ پایا جاتا ہے۔

اگر یہ کوئی غیر اسلامی نظریہ ہوتا تو دین کے ایسے پاکیزہ اور مقدس لوگ اُسے کیونکر اپناتے ؟ علما کے درمیان اِس اصطلاح کا رواج بھی پایا جاتا ہے جس سے حدیث کو مزید تقویت پہنچتی ہے، جیسا کہ سخاوی نے تحریر کیا ہے۔[۸]

☆☆☆

---

[۷]التقیید والایضاح:۴۴۱

[۸]المقاصد الحسنۃ:۲۸

# ثبوتِ ابدال پر حدیثیں

## حدیث: (۱)

حَـدَّثَـنَـا أَبُـو الْـمُـغِيـرَـةِ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ، حَدَّثَنِي شُـرَيْحٌ يَعْنِي ابْنَ عُبَيْدٍ، قَالَ: ذُكِرَ أَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ أَبِـي طَـالِـبٍ، وَهُـوَ بِـالْعِـرَاقِ، فَقَـالُوا: الْعَنْهُمْ يَـا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ .قَالَ: لَا، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ:" الْأَبْـدَالُ يَـكُـونُـونَ بِالشَّامِ، وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا، كُلَّمَا مَاتَ رَجُـلٌ أَبْـدَلَ اللهُ مَكَانَهُ رَجُلًا، يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ، وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ، وَيُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمِ الْعَذَابُ" .

رواه احمد فی مسنده [۹]

شریح بن عبید کہتے کہ: عراق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس شامیوں کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے کہا: اے امیرالمؤمنین! اُن پر لعنت بھیجئے! آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: ابدال شام میں ہوتے ہیں اور یہ چالیس مرد ہیں۔ جب اُن میں کا ایک مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ کسی دوسرے کو بحال کرتا ہے۔ اُن کے ذریعے بارش اترتی ہے۔ اُن کے سبب دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور اُن کی وجہ سے شامیوں سے عذاب ٹل جاتا ہے۔

اِس حدیث کے تمام رجال، رجالِ صحیح ہیں سوائے "شریح بن عبید" کے اور وہ ثقہ ہیں۔

---

[۹] مسند الامام احمد: ۲/ ۲۳۱ (حدیث: ۸۹۶)

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں:

"ورجالهٗ رجال الصحيح غير شريح بن عُبيدوهوثقة". [۱۰]

حافظ سخاوی تحریر کرتے ہیں:

"ورجاله من رواة الصحيح الاشريحا وهو ثقة". [۱۱]

امام سیوطی لکھتے ہیں:

"ورجاله من رواة الصحيح الاشريحا وهو ثقة". [۱۲]

حافظ ابن عساکر نے بھی اِس حدیث کو اپنے اسناد سے روایت کیا ہے جو حسب ذیل ہے:

اخبرنا ابوعلی الحسن المظفربن الحسن بن السبط انا ابومحمد الحسن بن علی الجوهری ح واخبرنا ابو القاسم هبة اللّٰه بن محمدبن عبدالواحد بن الحصين انا ابوعلی الحسن بن علی التيمی قالا انا ابوبكر بن مالک القطيعی نا عبداللّٰه بن احمد بن حنبل حدثنی ابی......الحديث [۱۳]

☆☆☆

---

[۱۰] مجمع الزوائد: ۴۵/۱۰، تاریخ مدینۃ دمشق: ۶۴/۲۳، تہذیب التہذیب: ۴۹۲/۴

[۱۱] المقاصد الحسنۃ: ۲۸

[۱۲] جمع الجوامع: ۵۸۶/۳ (۱۰۲۶۵)

[۱۳] تاریخ مدینۃ دمشق: ۲۸۹/۱

## حدیث:(۲)

**انبأنا ابو القاسم علی بن ابراهیم الحسینی ناعبدالعزیزی بن احمد الکتانی اناابومحمد بن ابی نصر اناابومحمد بن ابی نصر اناالحسن بن حبیب نازکریابن یحیٰ ناالحسن بن عرفة نااسماعیل عن صفوان بن عمرو السکسکی عن شریح بن عبید الحضرمی قال:**

**ذُکِرَ اَھْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالُوْا: اِلْعَنْھُمْ یَا اَمِیْرَالْمُؤمِنِیْنَ! قَالَ لَا، اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:**

**اِنَّ الْاَبْدَالَ بِالشَّامِ یَکُوْنُوْنَ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا بِھِمْ تُسْقُوْنَ الْغَیْث وَبِھِمْ تُنْصَرُوْنَ عَلٰی اَعْدَائِکُمْ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الْاَرْضِ الْبَلَاءُ وَالْغَرْقُ.** [۱۴]

شریح بن عبید حضرمی کہتے ہیں کہ: علی بن ابی طالب کے پاس شامیوں کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے کہا: امیرالمؤمنین! اُن پر لعنت کیجئے! آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: بے شک شام میں ابدال ہوتے ہیں اور یہ چالیس مرد ہیں۔ اُن کے ذریعے بارش اترتی ہے۔ اُن کے سبب دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور زمیں والوں سے بلا اور غرق کا عذاب ٹلا رہتا ہے۔

---

[۱۴] تاریخ مدینۃ دمشق: ۲۸۹/۱

اِس کے بعض راوی ثقہ ہیں اور بعض صدوق۔[۱۵]

## اسنادِ حدیث پر نقد و جرح

حافظ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ شریح نے علی سے ملاقات نہیں کی ہے۔اُن کے الفاظ اِس طرح ہیں:

”وھٰذا منقطع بین شریح وعلی فانه لم یلقه“.[۱٦]

شریح اور علی کے درمیان یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ شریح کی علی سے ملاقات نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:

”ولایصح ایضاً فانه منقطع“.[۱۷]

یہ حدیث بھی صحیح نہیں، کیونکہ یہ منقطع ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے بھی حضرت علی سے مروی حدیث شام کو منقطع الاسناد لکھا ہے۔[۱۸]

علامہ ابن کثیر اِس حدیث پر ریمارک کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تفرد به أحمد، وفیه انقطاع، فقد نص أبو حاتم الرازی علی أن شریح بن عبید هذا لم یسمع من أبی أمامة ولا من أبی مالک الأشعری، وأن روایته عنهما مرسلة .فما ظنک بروایته عن علی بن أبی طالب، وهو أقدم وفاة منهما؟!“ [۱۹]

(یعنی اس حدیث کو روایت کرنے میں امام احمد متفرّد ہیں اور اس میں انقطاع

---

[۱۵] سیر اعلام النبلا: ۱۱/۵۴۷-۱۵/۳۸۴-۱۳/۵۰۸-۱۷/۳٦۸-۱۸/۲۴۸-۱۷/۲۹۱، تقریب التہذیب: ۱/۴۷۳-۱/۳۸٦

[۱٦] تاریخ مدینۃ دمشق: ۱/۲۸۹

[۱۷] المنار المنیف: ۱۲۴

[۱۸] مجموع الفتاویٰ: ۱۱/۴۳۴

[۱۹] البدایۃ والنہایۃ: ۹/۲۱۴، المراسیل لابن ابی حاتم: ۹۰

بھی ہے۔امام ابوحاتم رازی کی اس پر عبارت موجود ہے کہ شریح بن عبید کو نہ ابواُمامہ سے سماع حاصل ہےاور نہ ابو مالک اشعری سے۔ان دونوں سے اُس کی روایت مرسَل ہوتی ہےتو علی بن ابی طالب سےاُس کی روایت کے بارے میں کیا خیال ہے جبکہ حضرت علی کی وفات اُن دونوں سے پہلے ہے۔)

لیکن ہیثمی نے ان حضرات کے نقد کو غیر مؤثر بنانے کے لئے لکھا ہے:

”وقد سمع من المقداد وهو اقدم من علی“.[۲۰]

”شریح نے مقداد سے سماعتِ حدیث کی ہے، حالانکہ اُن کی وفات، علی سے پہلے ہے“۔

سخاوی نے بھی ہیثمی کی تائید میں لکھا ہے کہ:

”وقد سمع ممن هو اقدم من علی“.[۲۱]

شریح نے علی سے پہلے وفات پانے والے سے سماعتِ حدیث کی ہے۔

علامہ ہیثمی اور حافظ سخاوی کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ۳۳ھ میں وفات پانے والے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے تو شریح کو سماعتِ حدیث حاصل ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہ ہو، جبکہ اُن کا سن وفات ۴۰ھ ہے۔[۲۲]

اِسی طرح ابن کثیر کا یہ ریمارک بھی درست نہیں کہ ابواُمامہ اور ابو مالک سے پہلے حضرت علی کی وفات ہوئی ہے تو جب اُن دونوں سے سماع نہیں تو حضرت علی سے کیسے سماع ہوسکتا ہے؟ کیونکہ ایسا کوئی لازم نہیں کہ جس سے سماع حاصل ہوا گر وہ پہلے وفات پا جائے تو بعد میں وفات پانے والوں سے بھی سماع ضروری ہو۔

---

[۲۰] مجمع الزوائد: ۴۵/۱۰

[۲۱] المقاصد الحسنۃ: ۲۸

[۲۲] تاریخ الطبری: ۱۴۳/۵

## حدیث شریح منقطع نہیں

راقم الحروف لکھتا ہے کہ کسی حدیث کو منقطع بتانے کے لئے یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ راوی کی ملاقات اُس شخص سے نہیں ہوسکی ہے جس سے وہ حدیث روایت کرر ہا ہے۔عدمِ ملاقات کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

ایک تو یہ کہ......دونوں (راوی اور مروی عنہ) نے ایک دوسرے کا زمانہ ہی نہ پایا ہو۔

دوسرے یہ کہ......زمانہ تو پایا ہو،مگر ملاقات نہ ہوسکی ہو۔

تیسرے یہ کہ......عدمِ ملاقات کا کوئی واضح ثبوت تو نہ ہو،لیکن کچھ ایسے اشارے ملتے ہوں جن سے عدمِ ملاقات کی نشاندہی ہوتی ہو۔ ھٰکذا فی کتب القوم . [۲۳]

## ایک شبہ کا ازالہ

حضرت عوف بن مالک کہتے ہیں :شریح بن عبید،کسی روایت میں ''سمعت'' (میں نے سنا) کا لفظ استعمال نہیں کرتے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اُنھوں نے حدیث کسی صحابی سے نہیں سنی ہے۔اُن کے الفاظ درج ذیل ہیں:

> ''سئل محمدبن عوف ھل سمع شریح بن عبید من ابی الدردا؟فقال :لا، قیل لہ فسمع احداً من اصحاب النبی ؟قال ماا ظن ذٰلک وذٰلک انہ لا یقول فی شئ من ذٰلک سمعت وھو ثقة''.
>
> محمد بن عوف سے دریافت کیا گیا: کیا شریح بن عبید نے ابودرداء سے سماعت حدیث کی ہے ؟اُنھوں نے کہا:نہیں!اُن سے پوچھا گیا کہ کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کی ؟جواب دیا:میں ایسا گمان نہیں کرتا،کیونکہ وہ کسی صحابی سے روایت کرتے وقت کبھی

---

[۲۳]نزھۃ النظر:۸۴

''سَمِعتُ''نہیں کہتے اور وہ ثقہ ہیں۔[۲۴]

حضرت عوف بن مالک کے اِس ظنی قول کی بنیاد پر یہ باوَر نہیں کیا جاسکتا کہ شریح بن عُبید نے حضرت علی سے سماعت حدیث نہ کی ہو۔

## قانونِ معرفتِ انقطاعِ حدیث

کیوں نہ میں یہاں حدیثِ منقطع کے سلسلے میں وہ قانون پیش کروں جسے اُصولیین نے مرتب فرمایا ہے، چنانچہ حافظ ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں:

''فجمهورُ أهلِ العلم على أن" عَنْ و أنَّ" سواءٌ، و أن الاعتبارَ ليس بالحروف، و إنما هو باللِّقاءِ و المُجالسةِ و السَّماع و المُشاهدة، ( يعنى مع السلامة من التدليس) فإذا كان سماعُ بعضِهم من بعضٍ صحيحًا، كان حديثُ بعضِهم عن بعضٍ أبدًا بأيِّ لفظٍ ورَد محمولًا على الاتِّصال، حتى تَتبيَّنَ فيه عِلَّةُ الانقطاع".

جمہور اہل علم اِس پر متفق ہیں کہ بلاشبہ ''عَنْ'' اور ''اَنَّ'' برابر ہیں۔روایت میں حروف اور الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ لقاء و مجالست، سماع اور مشاہدہ سے غرض ہوتی ہے، (ساتھ ہی ساتھ راوی تدلیس سے محفوظ ہو۔) لھٰذا جب بعض کا سماع بعض سے صحیح ہوتو وہ ہمیشہ وہ بعض کی بعض سے روایت کردہ صحیح حدیث ہے چاہے کسی بھی لفظ کے ساتھ وارد ہوا،ُ سے متصل قرار دیا جائے گا، جب تک کہ اُس میں انقطاع کی علت ثابت نہ ہوجائے۔

حافظ ابن الصلاح نے بھی اپنے مقدمے میں اسے نقل کیا ہے۔[۲۵]

اِن الفاظ کی شرح کرتے ہوئے حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

''وليس فى ذلك خلاف بين اهل النقل وجملة القول

---

[۲۴] تاریخ مدینۃ دمشق:۲۳/۶۴ –تہذیب التہذیب:۲/۴۹۲

[۲۵] التمہید لابن عبدالبر:۱/۲۱۴،مقدمۃ ابن الصلاح:۶۲

**فیہ ان الراوی اذاروی قصۃ اوواقعۃ فان کان ادرک ماروا ہ بان حکی قصۃ وقعت بین یدی النبی ﷺ وبین بعض اصحابہٖ والراوی لذٰلک صحابی قدادرک تلک الواقعۃ حکمنا لھا بالاتصال وان لم تعلم ان الصحابی شھد تلک القصۃ وان علمنا انہ لم یدرک الواقعۃ فھومرسل صحابی وان کان الراوی کذٰلک تابعیا کمحمد بن الحنفیۃ مرسلاً فھی منقطعۃ وان روی التابعی عن الصحابی قصۃ ادرک بوقوعھا کان متصلاًولولم یصرح بمایقتضی الاتصال اواسندھا الی الصحابی بلفظ ان فلاناً قال اوبلفظ قال فلان فھی متصلۃ ایضا". [۲٦]**

اِس بارے میں اہلِ نقل کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔حاصلِ کلام یہ ہے کہ جب راوی کوئی قصہ یا واقعہ روایت کرے تو اگر اُس نے روایت کردہ قصہ یا واقعہ کو پایا ہے یعنی وہ قصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض اصحاب کے درمیان پیش آیا اور اُس کی روایت کرنے والا کوئی صحابی ہے تو اُس راوی کے بارے میں کہا جائے گا کہ اُس نے اُس واقعہ کو پالیا۔ہم اُس پر اتصال کا حکم لگاتے ہیں اگر چہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ صحابی اُس موقع پر موجود تھا اور اگر معلوم ہو جائے کہ اُس نے واقعہ کو نہیں پایا تو وہ روایت مُرسَل ہوگی۔اور اگر راوی تابعی ہو جیسے محمد بن حنفیہ تو وہ روایت منقطع ہوگی ۔اور اگر تابعی نے صحابی سے کوئی ایسا قصہ روایت کیا جس کے وقوع کا زمانہ اُس نے پایا ہو تو وہ حدیث متصل الاسناد

---

[۲٦]التقیید والایضاح:۸٦

ہوگی، اگر چہ اتصال کے اسباب کی صراحت نہ ہو۔اور
تابعی نے ''اَنّ فُلَانــاً'' یا ''قَــالَ فُلَانٌ'' کہہ کر صحابی
سے روایت کی تو وہ بھی متصل السند ہوگی۔
علامہ سیوطی اُس کی تائید میں رقمطراز ہیں:

''والقاعدة ان الراوی اذا روی حدیثا فی قصة او واقعة فان کان ادرک مارواه بان حکی قصه وقعت بین النبی ﷺ وبین الصحابة والراوی لذٰلک صحابی ادرک تلک الواقعة فهی محکوم لها بالاتصال وان لم یعلم انه شاهدها وان لم یدرک تلک الواقعة فهو مرسل صحابی وان کان الراوی تابعیا فهو منقطع وان روی التابعی عن الصحابی قصة ادرک وقوعها فمتصل وکذا ان لم یدرک وقوعها ولکن اسندها له والا فمنقطعة''.[۲۷]

قاعدہ یہ ہے کہ جب راوی کسی قصہ یا واقعہ کی کوئی حدیث روایت کرے تو اگر اُس نے واقعہ یا قصہ پایا یعنی وہ قصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے درمیان پیش آیا ہوا اور اُس کو روایت کرنے والا صحابی ہو تو گویا اُس نے واقعہ کو پالیا۔لٰہذا اُس حدیث کو متصل الاسناد کہا جائے گا۔اگر چہ معلوم نہ ہو کہ وہ راوی وہاں موجود تھا اور اگر اُس نے واقعہ کو نہیں پایا تو وہ صحابی کی مُرسَل حدیث ہوگی ۔اور راوی تابعی ہو تو وہ حدیث منقطع کہلائے گی ۔یعنی اگر تابعی نے صحابی سے ایسا قصہ روایت کیا جس کے وقوع کا زمانہ اُسے ملا ہو تو وہ روایت

[۲۷] تدریب الراوی:۱/۲۴۹

متصل ہوگی اور اگر وقوع کا زمانہ نہ ملا ہو اور وہ اُسے صحابی
سے روایت کرے تو وہ روایت منقطع ہوگی۔

اِس قاعدے کی روشنی میں ابن عُبید کی مذکورہ حدیث کو منقطع کہنے کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا، کیونکہ ابن عُبید نے حضرت علی کا زمانہ پایا ہے اور یہ واقعہ صحابہ اور تابعین کے درمیان کا ہے۔ ابن عُبید تابعی ہیں۔تابعی نے ایک صحابی سے روایت کی ہے۔لھٰذا قانوناً ایسی حدیث کو متصل الاسناد قرار دیا جائے گا، جبکہ کسی نے یہ صراحت بھی نہیں کی ہے کہ ابن عُبید اُس موقع پر موجود نہیں تھے۔اِس لئے ابن عوف کے شبہ کی یہاں کوئی گنجائش نہیں۔

یونہی ابن کثیر کا یہ کہنا کہ ''اس حدیث کو روایت کرنے میں امام احمد متفرد ہیں'' درست نہیں، کیونکہ حافظ ابن عساکر کی یہ روایت ،امام احمد کی روایت کی متابع ہے۔ جس طرح امام احمد نے ابو مغیرہ سے روایت کی اور ابو مغیرہ نے صفوان سے ...... اُسی طرح ابن عساکر کی اِسناد کے مطابق حسن بن عرفہ نے اسماعیل سے روایت کی اور اسماعیل نے صفوان سے۔

لھذا امام احمد اپنی روایت میں متفرد نہیں۔

☆☆☆

## حدیث: (۳)

**حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ سَعِیدٍ الرَّازِیُّ قَالَ: نا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ الْخَوَّاصُ قَالَ: نا زَیْدُ بْنُ أَبِی الزَّرْقَاءِ قَالَ: ابْنُ لَهِیعَةَ قَالَ: نا عَیَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِیُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَرِیرٍ الْغَافِقِیِّ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "یَکُونُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ فِتْنَةٌ، یُحَصَّلُ النَّاسُ کَمَا یُحَصَّلُ الذَّهَبُ فِی الْمَعْدِنِ، فَلَا تَسُبُّوا أَهْلَ الشَّامِ، وَلَکِنْ سُبُّوا شِرَارَهُمْ، فَإِنَّ فِیهِمُ الْأَبْدَالَ". مختصراً**

رواه الطبرانی فی المعجم الاوسط [۲۷]

(حضرت علی ابن ابی طالب سے مروی ہے...... بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں فتنہ ہوگا، لوگوں کو اِس طرح حاصل کیا جائے گا جیسے کان میں سونے کو حاصل کیا جاتا ہے، لھذا "شامیوں کو گالی مت دو، ہاں اُن میں جو برے ہوں اُنھیں برا بھلا کہو، کیونکہ اُن کے درمیان ابدال ہوتے ہیں۔)

اِس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں، ابن لہیعہ کے علاوہ اور یہ صدوق ہے۔[۲۸]

### اسنادِ حدیث پر طبرانی و ابن عساکر کا اختلاف رائے

طبرانی کہتے ہیں کہ اِس حدیث کو ابن لہیعہ سے صرف "زید بن ابی الزرقاء" نے روایت کیا ہے۔ اِس پر ابن عساکر نے کہا کہ یہ طبرانی کا وہم ہے، کیونکہ "ولید بن مسلم" نے بھی اِس حدیث کو ابن لہیعہ سے روایت کیا ہے۔[۲۹]

---

[۲۷] المعجم الاوسط: ۱۷۶/۴ (حدیث: ۳۹۰۵)

[۲۸] سیر اعلام النبلاء: ۱۴/۱۴۷-۱۹/۵۰، تقریب التھذیب: ۱/۲۴۷-۲/۹۵-۱/۴۴۴-۱/۴۱۵

[۲۹] تاریخ مدینۃ دمشق: ۱/۳۳۵

راقم الحروف لکھتا ہے کہ ''ولید بن مسلم'' کے سلسلۂ رواۃ میں ایک راوی ''علی بن حسین بن ثابت زُرّائی'' ہے جو مجہول الحال ہے۔[۳۰] اِس طرح ''ولید بن مسلم'' کی روایت ثابت نہیں ہوتی۔

دوسری بات یہ کہ طبرانی کے شیخ ''علی بن سعید رازی'' کے بارے میں دارقطنی نے کہا کہ: ''حدث باحادیث لم یتابع علیها''. [۳۱]

(وہ ایسی حدیثیں لاتا ہے جن کا کوئی متابع نہیں ہوتا۔)

دارقطنی کے اِس نقد سے پتہ چلتا ہے کہ ''ابن سعید رازی'' کی روایت کردہ مذکورہ حدیث کا کوئی متابع نہیں۔ ابن عساکر کی روایت کردہ حدیث میں ''علی بن حسین بن ثابت'' کو ''ابن سعید رازی'' کی روایت کا متابع قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ وہ مجہول ہے اور مجہول؛ ثقہ یا صدوق کی متابعت نہیں کر سکتا۔

اِس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ''ابن ابی الزرقاء کے علاوہ ''ولید بن مسلم'' کی روایت ثابت نہیں۔ یہ امام طبرانی کی گہری بصیرت کا نتیجہ ہے۔ حافظ ابن عساکر کا اُسے وہم قرار دینا حرف بے جا ہے۔

ابن عساکر یہ بھی کہتے ہیں کہ ''عیاش بن عباس قِتبانی'' کی اُس مرفوع حدیث کو ''حارث بن یزید مصری'' نے ''غافقی'' سے موقوفاً روایت کیا ہے۔[۳۲]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ گرچہ ''حارث بن یزید مصری''؛ ''عیّاش بن قِتبانی'' سے زیادہ ثقہ ہے[۳۳] مگر ''حارث بن یزید'' کا سلسلۂ اسناد چند مجہول راویوں پر مشتمل ہے، لھٰذا ایسی ضعیف سند کو ''قتبانی'' کی حدیثِ حسن کے مقابلہ میں لاکر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ''ابن زُریر غافقی'' کی مذکورہ حدیث مرفوع نہیں، موقوف ہے۔

---

[۳۰] تاریخ مدینۃ دمشق: ۳۵۲/۴۱

[۳۱] سیر اعلام النبلاء: ۱۴۶/۱۴

[۳۲] تاریخ مدینۃ دمشق: ۳۳۵/۱

[۳۳] تقریب التہذیب: ۱۴۵/۱

## حديث:(٤)

**أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ، قَالَ:قَالَ رَجُلٌ يَوْمَ صِفِّينَ: اللَّهُمَّ الْعَنْ أَهْلَ الشَّامِ، قَالَ: فَقَالَ عَلِيٌّ: لَا تَسُبَّ أَهْلَ الشَّامِ جَمًّا غَفِيرًا؛ فَإِنَّ بِهَا الْأَبْدَالَ ، فَإِنَّ بِهَا الْأَبْدَالَ، فَإِنَّ بِهَا الْأَبْدَالَ.**

رواه ابن عبدالرزاق وفي رواية ابن المبارك أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَوْمَ صِفِّينَ: اللَّهُمَّ الْعَنْ أَهْلَ الشَّامِ ، فَقَالَ عَلِيٌّ:" لَا تَسُبُّوا أَهْلَ الشَّامِ جَمًّا غَفِيرًا، فَإِنَّ فِيهِمْ قَوْمًا كَارِهُونَ لِمَا تَرَوْنَ، وَإِنَّ فِيهِمُ الْأَبْدَالُ"۔ [۳۴]

(عبداللہ بن صفوان سے مروی ہے......ایک شخص نے جنگ صفین کے موقع پر کہا: اے اللہ! شامیوں پر لعنت بھیج! تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سارے شامیوں کو اکٹھا گالی مت دو، کیونکہ وہاں ابدال ہیں، کیونکہ وہاں ابدال ہیں، کیونکہ وہاں ابدال ہیں۔

ابن مبارک کی روایت میں ہے کہ صفوان بن عبداللہ نے خبر دی کہ ایک آدمی نے جنگ صفین کے دن کہا کہ اے اللہ! شامیوں پر لعنت بھیج، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

---

[۳۴] المصنف: ۲۸۵/۱۰ (حدیث: ۲۱۵۲۹)، الجہاد: ۱۵۲ (حدیث: ۱۹۲) الاولیاء: ۳۰/۱ (حدیث: ۷۰)، فضائل الصحابہ: ۹۰۵/۲ (حدیث: ۱۷۲۶) تاریخ مدینۃ دمشق: ۳۳۸/۱، کرامات الاولیاء: ۳۱۷ (حدیث: ۱۵)

فرمایا: سارے شامیوں کو اکٹھا گالی مت دو، کیونکہ اُن میں
ایسے لوگ بھی ہیں جو اُس چیز کو ناپسند کرتے ہیں جو تم دیکھ
رہے ہو اور بے شک اُن میں ابدال بھی ہوتے ہیں۔)

بعض روایت میں ''عبداللہ بن صفوان'' کے بجائے ''صفوان بن عبداللہ'' ہے۔

## حافظ ضیاء مقدسی کی رائے

شریح بن عبید اور عبداللہ بن صفوان (صفوان بن عبداللہ) کی حدیثوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ضیاء مقدسی لکھتے ہیں کہ:

''وَلَا أَتَحَقَّقُ هَلْ سَمِعَ مِنْ عَلِيٍّ أَمْ لَا؟وَصَفْوَانُ بْنُ
عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ، سَمِعَ عَلِيًّا وَغَيْرَهُ، فَكَأَنَّ الْمَوْقُوف
أَوْلَى''.[۳۵]

(مجھے تحقیق سے پتہ نہیں کہ شریح بن عبید نے علی علیہ السلام
سے حدیث کا سماع کیا ہے یا نہیں؟ لیکن صفوان بن عبداللہ
بن صفوان نے علی وغیرہ سے سماع کیا ہے، لھٰذا صفوان کی
حضرت علی سے موقوف روایت اولیٰ ہے۔)

جبکہ حافظ سخاوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ''شریح بن عبید'' کی مرفوع روایت کو ''احسن'' قرار دیا ہے اور ضیاء مقدسی پر تعجب کیا ہے کہ حضرت علی سے مروی مرفوع روایت کے سارے رجال؛ رجالِ صحیح ہیں سوائے ابن عبید کے اور وہ بذات خود ثقہ ہیں۔اس کے باوجود ضیاء مقدسی نے ''صفوان بن عبداللہ'' کی موقوف روایت کو ''اولیٰ'' قرار دیا ہے اور ابن قیم نے اسی کو ''اقرب'' لکھا ہے۔[۳۶]

ضیاء مقدسی کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے علامہ عجلونی نے بھی 'شریح بن عبید'

---

[۳۵]الاحادیث المختارۃ:۲/۱۱۱

[۳۶]المقاصد الحسنۃ:۲۸،المنار المنیف:۱۲۳

کی روایت کو ''احسن'' کہا ہے[۳۷] اور ملا علی قاری نے اسی کو ''اقویٰ'' کو قرار دیا ہے۔[۳۸]

## مرفوع اور موقوف حدیثوں کا مرتبہ

اگر یہ کہا جائے کہ ''صفوان بن عبداللہ'' کے رواۃ'' ابن عبید'' کے راویوں سے زیادہ ثقہ ہیں، اِس لئے صفوان کی حدیث کو ''اولیٰ'' قرار دیا جائے گا۔

راقم الحروف لکھتا ہے کہ......مرفوع حدیث ،موقوف سے اولیٰ ہوتی ہے، چاہے اس کے راوی موقوف کی بہ نسبت کم درجہ کے ہی ہوں۔

ایک راوی کسی حدیث کو مرفوعاً روایت کرے اور دوسرا اسی حدیث کو موقوفاً......تو اصولی طور پر حدیث کو مرفوع قرار دیا جائے گا،اگر چہ مرفوع کے رواۃ کم درجہ کے ہوں۔ جیسا کہ تقریب النواوی میں ہے:

**''الرابع اذا روی بعض الثقات الضابطین الحدیث مرسلاًوبعضهم متصلاً او بعضهم موقوفاً و بعضهم مرفوعاًاووصله هواورفعه فی وقت او ارسله ووقفه فی وقت فالصحیح ان الحکم لمن وصله أو رفعه سواء کان المخالف له مثله او أکثر لان ذٰلک زیادة ثقة وهی مقبولة''.[۳۹]**

(جب کوئی ثقہ ضابط؛ حدیث کو مرسل روایت کرے اور کوئی متصل، یا کوئی موقوف روایت کرے اور کوئی مرفوع، یا وہ خود کبھی متصل اور مرفوع روایت کرے اور کبھی مرسل اور موقوف ......تو صحیح یہ ہے کہ متصل یا مرفوع روایت کرنے والے کے حق میں فیصلہ ہوگا چاہے اس کا مخالف

---

[۳۷] کشف الخفا:۲۲/۱

[۳۸] الاسرار المرفوعۃ:۴۸

[۳۹] التقریب والتیسیر :۳۸/۱

راوی اس کے برابر کا ہو یا اس سے اونچے درجہ کا، کیونکہ
وہ زیادتی ثقہ ہے جو مقبول ہے۔)

علامہ سیوطی نے ان باتوں کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ محدثین، فقہاء اور اصولیین اسی کو صحیح مانتے ہیں۔[۴۰]

''ابن عبید'' کی روایت مرفوع ہے اور ''صفوان بن عبداللہ'' کی موقوف......لھٰذا ''ابن عبید'' کی مرفوع روایت کو ''اولیٰ'' اور ''احسن'' قرار دیا جائے گا۔

## مضمونِ حدیث میں امکانِ اجتہاد نہ ہو تو حدیث مرفوع ہوگی

بالفرض مذکورہ تمام حدیثوں کو موقوف مان لیا جائے، پھر بھی اُن کے مرفوع ہونے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اصول ہے کہ صحابی کی ایسی روایت جس کے مضمون میں اس کی رائے یا اجتہاد کا دخل ہی نہ ہو......مرفوع کہلائے گی اور مان لیا جائے گا کہ صحابی نے ضرور اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی بیان کیا ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطی رقمطراز ہیں:

**''من المرفوع ایضا ماجاء عن الصحابی ومثله لا یقال من قبل الرأی ولامجال للاجتهاد فیه فیحمل علی السماع جزم به الرازی فی المحصول وغیر واحد من ائمة الحدیث وترجم علی ذٰلک الحاکم فی کتابه معرفة المسانید التی لا یذکر سندها ومثله یقول ابن مسعود من أتی ساحرا اوعرافاً فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ وقد ادخل ابن عبدالبر فی کتابه التقصی عدة احادیث من ذلک مع ان موضوع الکتاب للمرفوعة منها حدیث سهل بن ابی خیثمة فی صلوٰة الخوف**

---

[۴۰] تدریب الراوی:۱/۲۵۴

وقال فی التمهید ھٰذا الحدیث موقوف علی سھل ومثله لایقال من قبل الرأی نقل ذلک العراقی واشار الی تخصیصه بصحابی لم یأخذ عن اھل الکتاب وصرح بذٰلک شیخ الاسلام فی شرح النخبة جازمابه ومثله بالاخبارعن الامور الماضیة من بدء الخلق واخبار الانبیاء والاٰتیة کالملاحم والفتن واحوال یوم القیامةوعما یحصل یفعله ثواب مخصوص اوعقاب مخصوص قال ومن ذلک فعله مالامجال للاجتھاد فیه فینزل علی ان ذلک عنده عن النبی ﷺ کما قال الشافعی فی صلوٰۃ علی فی الکسوف فی کل رکعة اکثر من رکوعین قال ومن ذٰلک حکمه علی فعل من الافعال بانه طاعة لله اولرسوله اومعصیة کقوله من صام یوم الشک فقد عصی اباالقاسم وجزم بذٰلک ایضا الزرکشی فی المختصر نقلاًعن ابن عبدالبر". [۴۱]

(وہ حدیث بھی مرفوع ہے جو کسی صحابی سے مروی ہو جبکہ اس جیسی حدیث کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ وہ صحابی کی اپنی رائے ہے اور نہ اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو تو اسے سماع پر محمول کیا جائے گا۔ امام رازی نے ''محصول'' میں اور کئی ائمہ حدیث نے اس پر یقین کیا۔ حاکم نے اپنی کتاب ''معرفۃ المسانید'' میں اسی کی ترجمانی کی ہے۔ جیسے حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں: ''جو کسی جادوگر یا کاہن کے پاس آیا تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی چیزوں کے ساتھ کفر کیا''۔ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''التقصی'' میں اس قسم کی چند حدیثوں کو شامل کیا ہے، حالانکہ وہ کتاب مرفوع

---

[۴۱] تدریب الراوی: ۱/۲۱۲

حدیثوں کے لیےلکھی گئی ہے۔ان میں سے سہل بن ابی خیثمہ کی ایک حدیث ہے جو صلوٰۃ خوف میں مروی ہے۔ انہوں نے ''التمہید''میں لکھا: ''یہ حدیث ''سہل'' پر موقوف ہے اور اس جیسی حدیث اپنی رائے سے بیان نہیں کی جاتی۔عراقی نے اسے نقل کیا اور اشارہ کیا کہ حدیث ایسے صحابی کے ساتھ خاص ہے جس نے اہل کتاب سے روایت نہیں کی ہے۔شیخ الاسلام نے ''شرح النخبۃ''میں یقین کے ساتھ اس کی وضاحت کی ہے۔اور اُس جیسی وہ حدیثیں بھی ہیں جن کا تعلق گذشتہ واقعات سے ہے یعنی ابتدائے آفرینش اور حالاتِ انبیا یا جن کا تعلق آئندہ زمانہ سے ہے جیسے جنگ، فتنے اور قیامت کے احوال اور وہ کام جس کے کرنے پر مخصوص ثواب یا مخصوص عذاب ہوتا ہو۔کہتے ہیں کہ اس میں وہ کام بھی شامل ہے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں تو مانا جائے گا کہ صحابی نے اسے نبی ﷺ سے سنا ہوگا جیسا کہ شافعی نے حضرت علی سے مروی سورج گرہن کی نماز میں کہا کہ:''ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکوع ہے''۔ یا رسول کی اطاعت یا معصیت پر مشتمل ہو جیسے یہ حدیث ......جس نے یوم شک میں روزہ رکھا تو اس نے ابوالقاسم کی نافرمانی کی''۔زرکشی نے بھی اپنی ''مختصر''میں ابن عبدالبر سے نقل کرتے ہوئے اس پر جزم کیا ہے۔

اِس اصول کی روشنی میں واضح ہوجاتا ہے کہ'' ابدال'' کے وجود کی خبر پر مشتمل حدیثیں ایسی ہیں جن میں نہ تو کسی رائے کا دخل ہے اور نہ کسی اجتہاد کی گنجائش، لھذا'' ابدال''

کی خبر روایۃً موقوف بھی ہوتو اُسے مرفوع ہی کہا جائے گا۔

الحاصل یہ کہ ............وجودِ ابدال کی حدیثیں اپنے تعدد طرق کے ساتھ ''صحیح لغیرہٖ'' کے درجے تک پہنچتی ہیں۔

گذشتہ حدیثوں سے درج ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:-

☆امر اول......''ابدال'' کی اصطلاح اور ''ابدال'' کا وجود ثابت ہے۔

☆امر دوم......''ابدال'' چالیس مرد ہیں۔

☆امر سوم......ابدال کا مَسکَن ملک شام ہے۔

☆امر چہارم......ایک ابدال کی موت کے بعد دوسرا اس کی جگہ بحال ہوتا ہے۔

☆امر پنجم......ابدال کے توسط سے لوگ عذاب سے محفوظ رہتے ہیں۔

مذکورہ امور کی کامل توجیہ ذیل کی سطروں میں پیش کی جارہی ہے:-

☆☆☆

# امر اول کی توجیہ

## ''ابدال'' کی اصطلاح اور ''ابدال'' کا وجود ثابت ہے

ابدال کا وجود ثابت ہے اور اس سلسلے میں حدیثیں کثرت سے وارد ہیں، بلکہ حدیثوں کی یہ خبر تواتر معنوی کی حد تک پہنچتی ہے، جیسا کہ علامہ سیوطی رقمطراز ہیں:

**''ان خبر الابدال صحیح وان شئت قلت متواتر......مثل هٰذا بالغ حدالتواتر المعنوی حیث یقطع بصحة وجود الابدال ضرورة''.[۴۲]**

ابدال کی حدیث صحیح ہے اگر میں چاہوں تو اسے متواتر کہوں ......ایسی حدیثیں تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں جس سے ابدال کے وجود کی صحت کا واضح طور پر یقین ہوتا ہے۔

## شیخ ابن تیمیہ کا نظریۂ اَبدال

شیخ ابن تیمیہ نے حقیقتِ اَبدال کی جو توجیہ کی ہے، اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اَبدال کا وجود تواتر معنوی سے مزیّن ہے، چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں:

**''وفیهم الابدال: الائمة الذین اجمع المسلمون علٰی هدایتهم ودرایتهم وهم الطائفة المنصورین قال فیهم النبی ﷺ لاتزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لایضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتی تقوم الساعة''.[۴۳]**

(ابدال وہ ائمہ ہیں جن کی ہدایت ودرایت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور یہ وہ مدد یافتہ جماعت ہے جس کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''میری

---

[۴۲] فیض القدیر: ۲۲۰/۳

[۴۳] مجموع الفتاویٰ: ۱۵۹/۳

امت کا ایک گروہ برابر حق پر ڈٹا رہے گا، ان کی عزت
سے کھیلنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے قیامت
تک ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔)

شیخ ابن تیمیہ کے اِس اقتباس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وجودِ ابدال کے قائل ہیں۔انھوں نے ابدال کی جو توجیہ کی ہے وہ صحیح خبروں میں تواتر کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ گویا ابن تیمیہ وجود ابدال کی خبر کو متواتر المعنیٰ سمجھتے ہیں، لھٰذا علامہ مناوی کا یہ کہنا کہ ''ابن تیمیہ وجودِ ابدال کے منکر ہیں درست نہیں''۔[۴۴] البتہ ابن تیمیہ کا یہ خیال ضرور ہے کہ اَبدال کی اصطلاح پر کوئی شرعی دلیل نہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''واما الدائرة على السنة كثيرمن النساك والعامة مثل الغوث الذی بمكة والاوتاد الاربعة والاقطاب السبعة والابدال الاربعين والنجباء الثلثمأة فهٰذه اسماء ليست موجودة فی كتاب اللّٰه تعالیٰ ولاهی ايضا ماثورة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم باسناد صحيح ولاضعيف يحمل عليه الفاظ الابدال فقد روی فيه حديث شام منقطع الاسنادعن علی بن ابی طالب رضی اللّٰه عنه مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ان فيهم يعنی اهل الشام الابدال اربعين رجال كلما مات رجل ابدل اللّٰه تعالیٰ مكانه رجلاولاتوجد هٰذه الاسماء فی كلام السلف كماهی علیٰ هٰذا الترتيب ولا هی مأثورة علی هٰذا الترتيب والمعانی من المشائخ المقبول عند الامة قبولاً عاما وانما توجد علی هٰذه الصورة عن بعض المتوسطين من المشائخ وقد قالها اما آثراً لها عن غيره او ذكراً'' . [۴۵]

(وہ نام جو بہت سارے زاہدوں اور عوام کی زبان پر

---

[۴۴] فیض القدیر: ۲۲۰/۳

[۴۵] مجموع الفتاویٰ: ۴۳۳/۱۱، ۴۳۴ - مجموعۃ الرسائل: ۵۷/۱

جاری ہیں یعنی مکہ کا غوث ،اوتا دار بعہ، اقطاب سبعہ ،
چالیس ابدال اور تین سونجبا......تو یہ نام (ابدال،قطب
اورغوث وغیرہ )نہ تو کتاب اللہ میں موجود ہیں اور نہ ہی
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صحیح حدیث میں اور نہ کسی ایسی
ضعیف حدیث میں جس پر ابدال کے الفاظ کومحمول کیا
جاسکے ۔اس سلسلہ میں ایک منقطع الاسناد حدیث شام
ہے جوعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی
جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
''شامیوں میں چالیس مرد ابدال ہوتے ہیں جب ان
میں کا ایک مرجاتا ہےتو اللہ تعالیٰ دوسرے کواس کی جگہ پر
بحال کردیتا ہے''۔نہ یہ نام کلام سلف میں بالترتیب
پائے جاتے ہیں اور نہ اس ترتیب ومعانی کے ساتھ ایسے
مشائخ سے منقول ہیں جنہیں امت کے نزدیک قبول
عام حاصل ہو۔ ہاں ! یہ نام اس طریقہ پر بعض متوسط
درجہ کے مشائخ سے منقول ہیں۔یا تو انہوں نے کسی سے
متأثر ہوکرنقل کیا ہے یابذات خود بیان کیا ہے۔)

ابن تیمیہ کے اس پورے پیراگراف کو پڑھ لینے کے بعد درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:-

ایک تو یہ کہ............ابدال کے علاوہ غوث،قطب،اوتاد اور نجباو غیرہ کی اصطلاح حدیث سے ثابت نہیں۔نہ کسی صحیح سند سے اور نہ کسی ضعیف محتمل سے۔

دوم یہ کہ............یہ ساری اصطلاحیں ترتیب وار کلام سلف میں بھی موجود نہیں۔

سوم یہ کہ............اعلیٰ مشائخ نے ترتیب ومعانی کے لحاظ سے ان اصطلاحوں کو

بیان نہیں کیا ہے، البتہ متوسط درجہ کے مشائخ نے بالترتیب ان ناموں کا ذکر کیا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے یہ سارے دعوے درست ہیں صرف ایک بات کہ...... ''حدیث شام منقطع الاسناد کے علاوہ کسی اور مرفوع سندِ صحیح یا ضعیف سے ابدال کی اصطلاح ثابت نہیں'' ......نا قابل قبول ہے۔ کیونکہ ایک تو حدیث شام؛ منقطع الاسناد نہیں۔ دوسرے یہ کہ ابدال کی اصطلاح پر حسن مرفوع حدیثیں ثابت ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ تحقیق سے ظاہر ہو چکا ہے۔

## حدیث شام کی مرفوعیت کے انکار پر

## ابن تیمیہ کی درایت کا تجزیہ

شیخ ابن تیمیہ کو حدیث شام کی مرفوعیت پر حد درجہ شبہ ہے۔ روایت اور درایت دونوں ہی اعتبار سے وہ اس کی مرفوعیت کے منکر ہیں۔ روایۃً اس طرح کہ شریح اور علی کے درمیان انقطاع واقع ہے۔ ابھی ابھی میں اس انکار کے تحقیقی جواب سے فارغ ہوا ہوں۔

درایۃً اس انکار کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں:

> ''یونہی ابدال کا لفظ بہت سارے لوگوں کے کلام میں ملتا ہے۔ اس سلسلے میں جو حدیث مرفوع پیش کی جاتی ہے تو زیادہ شبہ یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کا کلام نہیں، کیونکہ شام کی فتح سے پہلے ایمان؛ حجاز اور یمن میں تھا۔ اور شام اور عراق کفر کا گھر تھا، پھر علی کے زمانۂ خلافت سے متعلق نبی ﷺ کی حدیث ہے...... ''مسلمانوں کی بہترین جماعت پر ایک گروہ خروج کرے گا، جو گروہ حق سے زیادہ قریب ہوگا وہ ان سبھوں کو قتل کرے گا'' ......تو علی اور ان کے ساتھی حق سے زیادہ قریب ہوئے کیونکہ اِن حضرات نے ان شامیوں کو قتل کیا تھا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ جو صحابہ علی کے ساتھ تھے۔ مثلاً عمار اور سہل بن حنیف وغیرہ؛ ان لوگوں سے افضل تھے جو معاویہ کے ساتھ تھے۔

اگرچہ اس جنگ میں شریک نہ ہونے والے سعد بن ابی وقاص وغیرہ ان دونوں حضرات کے ساتھیوں سے افضل تھے۔تو پھر یہ اعتقاد کیسے رکھا جائے گا کہ مخلوق سے افضل ابدال کی جماعت شام میں ہوتی ہے۔ یہ قطعی طور پر باطل ہے، اگرچہ شام اور شامیوں کے معروف فضائل میں حدیثیں وارد ہیں۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے لئے ایک مقدار معین کردی ہے۔[۴۶]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ یہ اعتراض ان لوگوں پر پڑے گا جو یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ ابدال صرف ملک شام میں ہوتے ہیں اور ہم اس کے برخلاف ابدال کو پوری روئے زمین میں مانتے ہیں۔جیسا کہ اس کی پوری بحث ''امر سوم'' کی توجیہ میں پیش آئے گی ،تو کیا اب یہ شبہ دور ہوجائے گا کہ وہ کلام نبیﷺ کا ہے اور ابدال کے سلسلے میں وارد ہونے والی حدیث شام مرفوع الاسناد ہے؟!!!

اور پھر شیخ ابن تیمیہ کی درایت میں ضعف بھی ہے:

اولاً......حدیث شام سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابدال ابتدائے اسلام ہی سے ہمیشہ ملک شام میں ہوں گے کہ اگر کسی زمانہ میں نہ رہے ہوں تو حدیث پر شبہ کیا جائے۔اگر بات یہی ہے تو پھر دیکھئے نبیﷺ کی حدیث ہے:''آپ نے اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ایمان؛ یمن میں ہوتا ہے، یہاں!''۔[۴۷]

اس حدیث پر بھی یہی شبہ کیا جاسکتا ہے کہ یمن کی فتح سے پہلے تو ایمان صرف حجاز میں تھا اور یمن کفر کا گھر تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ایمان یمن میں ہوتا ہے؟

یونہی شام کے فضائل میں بھی حدیث مروی ہے:

''میں تمہارے لئے شام کو پسند کرتا ہوں کیونکہ وہاں بہترین مسلمان ہوتے ہیں

---

[۴۶] مجموعۃ الرسائل:۱/۶۱

[۴۷] بخاری:۲/۴۴۴(حدیث:۳۳۰۲)مسلم:۱/۱۷(حدیث:۸۱)

اور وہ خدا کا منتخب شہر ہے۔جس کا انتخاب اس نے دنیا کے پسندیدہ لوگوں کے لئے کیا ہے جس کو وہاں جانے سے انکار ہوتو وہ یمن چلا جائے''۔

اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔[۴۸]

حالانکہ شام ہی سے باغی گروہ نکلا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں سے برسر پیکار رہا تھا تو کیا اس بنیاد پر اس کے کلام نبی ہونے میں شک کیا جائے گا؟

ثانیاً...... ممکن ہے کہ ملک شام میں باغی گروہ کی پیدائش کے باوجود ابدال بھی موجود رہے ہوں، جیسا کہ جب بعض افراد نے شامیوں کو گالیاں دیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کرتے ہوئے یہی کہا کہ گالی مت بکو، کیونکہ وہاں ابدال بھی ہوتے ہیں۔ عنقریب اسی قسم کی حدیثیں آئندہ اوراق میں آ رہی ہیں۔

ثالثاً......حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی افضلیت کا عام فیصلہ اس وقت کیا جاتا ہے جب کہ امیر معاویہ کے لشکر میں تمام شامی شریک ہوتے۔ ظاہر ہے سارے شامی اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے تو عین ممکن ہے کہ وہ ابدال رہے ہوں۔

## اَبدال کی اصطلاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے

راقم الحروف لکھتا ہے کہ ابدال کی اصطلاح کا ذکر خود نبی ﷺ نے فرمایا ہے اور یہ اصطلاح قربِ قیامت تک رائج رہے گی۔

چنانچہ ابوداؤد کی ایک حدیث ہے:............

**''عن ام سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ قال:یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هاربا الی مکة فیأتیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهو کاره فیبایعون بین الرکن والمقام ویبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکة والمدینة فاذا رأی الناس ذٰلک اتاه ابدال الشام**

---

[۴۸]المعجم الکبیر:۲۵۱/۱۸(حدیث:۶۲۷)،مجمع الزوائد:۳۷/۱۰،۳۸(حدیث:۱۶۶۴۸)

وعصائب اهل العراق فيبايعونه "۔(الحدیث) [۴۹]

(ام سلمہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے......وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک خلیفہ کی موت پر اختلاف ہوگا تو مدینہ کا ایک آدمی تیز قدموں مکہ بھاگ رہا ہوگا تو مکہ کے کچھ لوگ آکر اسے روکیں گے حالانکہ اسے یہ ناپسند ہوگا، پھر لوگ رکن اور مقام کے درمیان اس سے بیعت ہوں گے، اور اس کی طرف شام سے ایک دستہ روانہ ہوگا تو مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیداء میں اسے دھنسا دیا جائے گا، جب لوگ ایسا دیکھیں گے کہ شام کے ابدال اور عراق کے عصائب اس کے پاس آئے ہیں تو سب لوگ اس سے بیعت ہوں گے"۔) المختصر

## اَلبانی کی جرح پر نقد

ناصرالدین البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔[۵۰]

البانی نے غالباً ابوداؤد کے اس اسناد میں صاحب ابوالخلیل نام کے ایک مبہم راوی کو دیکھ کر حدیث پر ضعف کا حکم لگا دیا، حالانکہ یہ خلاف تحقیق ہے۔

راقم الحروف لکھتا ہے کہ یہ مبہم راوی حقیقت میں مبہم نہیں، بلکہ اس اسناد میں مبہم واقع ہوا ہے، کیونکہ بعض دوسری سندوں میں اس حدیث کے ایک راوی "صالح ابوالخلیل" نے اس کا نام "مجاہد" بتایا ہے، جیسا کہ ابن عساکر نے درج ذیل اسنادِ حسن کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے:

"اخبرناه ابوعبدالله محمد بن الفضل الفراوی

---

[۴۹] سنن ابی داؤد: ۴/۱۰۷ (حدیث: ۴۲۸۶)

[۵۰] مشکوٰۃ المصابیح تحقیق الالبانی: ۳/۱۵۰۲ (حدیث: ۵۴۵۶)

وابو المظفر عبدالمنعم بن عبدالكريم القشيری انا ابو سعد محمد بن عبدالرحمٰن الجنزرودی انا ابوعمر و بن حمدان ح واخبرتنا ام المجتبیٰ فاطمة بنت ناصر الطویه قالت انا ابراهیم بن منصور السلمی انا ابوبکربن المقری قالا؛ انا ابویعلی الموصلی نا ابوهشام الرفاعی نا وهب بن جریر اناهشام بن ابی عبدالله عن قتادة عن صالح ابی الخلیل عن صاحب له وربماقال صالح عن مجاهد عن ام سلمة زوج النبی ﷺ قلت قال رسول الله ﷺ ". الحدیث [۵۱]

یہ مجاہد وہی ہیں جنھیں امام التفسیر کہا جاتا ہے اور یہ ثقہ ہیں۔[۵۲]

ابن خلدون کہتے ہیں کہ: "ابوالخلیل کی روایت جو ام سلمہ سے مروی ہے، ابوداؤد نے اسے "صاحبِ ابوالخلیل" سے روایت کیا، پھر ابوداؤد نے "ابوالخلیل" کی اسی روایت کو "عبداللہ بن حارث" سے روایت کیا، جس سے ظاہر ہوگیا کہ اسناد اول کا مبہم راوی یہی "عبداللہ بن حارث" ہے۔ اس حدیث کے سارے راوی صحیحین کے راوی ہیں جن پر نہ طعن کی گنجائش ہے اور نہ عیب کا شائبہ ہے۔[۵۳]

ابوداؤد نے ام سلمہ سے مروی عبداللہ بن حارث کی روایت کی تخریج درج ذیل اسنادِ حسن کے ساتھ کی ہے:

"حدثنا ابن المثنیٰ ثنا عمرو بن عاصم ثنا ابو العوام ثنا قتادة عن ابی الخلیل عن عبداللّٰه بن الحارث عن ام سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ". الحدیث[۵۴]

امام احمد اور ابن عسا کر نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔[۵۵]

---

[۵۱] تاریخ مدینۃ دمشق: ۲۹۳/۱-۲۹۴

[۵۲] تقریب التہذیب: ۲۲۹/۲

[۵۳] تاریخ ابن خلدون: ۳۹۲/۱

[۵۴] سنن ابی داؤد ۱۰۸/۴ (حدیث: ۴۲۸۸)

[۵۵] مسند الامام احمد: ۲۸۶/۴۴ (حدیث: ۲۶۶۸۹)، تاریخ مدینۃ دمشق: ۲۹۴/۱

طبرانی اور حاکم نے بھی اس معنی کی حدیث روایت کی ہے۔[۵۶]مگر حاکم نے اس کی تصحیح نہیں کی ہے۔

مندرجہ بالا شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ البانی نے ''حدیث'' کو جس بنیاد پر ضعیف قرار دیا تھا، وہ متحقق نہیں۔حاصل یہ کہ البانی کی تضعیف چند وجوہ سے باطل ہے:

اول یہ کہ......ابوداؤد کی حدیث ''حسن'' ہے، کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سوائے معاذ بن ہشام کے اور وہ صدوق ہیں۔اور مبہم راوی یا مجاہد ہیں یا عبداللہ بن حارث اور یہ دونوں ہی ثقہ ہیں۔[۵۷]

دوم یہ کہ............ روایتِ ابوداؤد کے چند متابعات اور شواہد بھی ہیں ،اگر کچھ ضعف ہو بھی تو ختم ہو جائے گا۔

سوم یہ کہ............ابوداؤد نے مذکورہ روایت کو نقل کرنے کے بعد سکوت اختیار کیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ امام ابوداؤد اپنی جس روایت پر سکوت برتیں ،وہ ضعیف نہیں ہوتی، بلکہ کبھی صالح ،حسن اور صحیح لغیر ہٖ ہوتی ہے۔جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ''عمامہ کا شرعی حکم'' میں واضح کر دیا ہے۔

زیر بحث روایت بھی صحیح لغیر ہٖ کے درجہ تک پہنچتی ہے۔جیسا کہ درج بالا تحقیق سے ظاہر ہے۔

حاصل یہ کہ............ابن تیمیہ کا یہ دعویٰ کسی طرح بھی درست نہیں کہ ابدال کی اصطلاح پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔ابوداؤد کی اس روایت کے علاوہ اور کئی ایک روایتیں ہیں جن کا ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا،انشاءاللہ۔

☆☆☆

---

[۵۶]المستدرک:۴/۴۷۸(حدیث:۸۳۲۸)،المعجم الکبیر:۲۳/۳۹۰(حدیث:۹۳۱)

[۵۷]تقریب التہذیب:۱/۲۰۴-۳۱۹-۱۲۳-۲۶۳-۲/۲۵۷-۱/۴۰۸

# اَمر دوم کی توجیہ

## ''ابدال'' چالیس مرد ہیں؟

بعض حدیثوں کی بنیاد پر عام رجحان یہ ہے کہ ابدال چالیس ہی مرد ہوتے ہیں اوران میں کچھ کمی بیشی نہیں ہوتی، حالانکہ اس کی نفی میں خود حدیثیں موجود ہیں۔ ابدال کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی ہے۔اسی لئے مختلف حدیثوں میں مختلف تعداد کا ذکر ملتا ہے، جیسا کہ ذیل کی روایتوں سے ثابت ہے:

### حدیث: (۵)

**حَـدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ ذَكْـوَانَ، عَـنْ عَبْـدِ الْـوَاحِـدِ بْـنِ قَيْــسٍ، عَـنْ عُبَــادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ''الْأَبْدَالُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ ثَلَاثُونَ مِثْلُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ الرَّحْمَنِ كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ رَجُلًا''**. رواه احمد فی مسنده [۵۸]

''عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا ارشاد ہے: ''اس امت میں ابدال تیس ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرتو ہیں۔ جب کبھی کوئی ایک مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر ایک دوسرے کو مقرر کر دیتا ہے''۔

ہیثمی لکھتے ہیں کہ: ''اِس حدیث کے رجال؛ رجال صحیح ہیں، عبدالواحد بن قیس کے علاوہ۔ عجلی اور ابوزرعہ نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور دوسروں نے ضعیف ٹھہرایا ہے۔ [۵۹] ابن حجر نے فیصلہ کن انداز میں لکھا ہے کہ وہ ''صدوق'' ہیں۔[۶۰]

---

[۵۸] مسند الامام احمد: ۴۱۳/۳۷ (حدیث: ۲۲۷۵۱)

[۵۹] مجمع الزوائد: ۴۵/۱۰ (۱۶۶۷۲)

[۶۰] تقریب التہذیب: ۵۲۶/۱

## حدیث پر امام احمد کے نقد کی توجیہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔[۶۴]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ یہاں ''منکر'' کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں کوئی راوی ضعیف ہے جس نے کسی ثقہ کی مخالفت کی ہے، بلکہ یہاں راوی کا ''تفرد'' مراد ہے۔ جیسا کہ بعض محدثین متفرد روایت کو بھی ''منکر'' کہتے ہیں، اگر چہ راوی ثقہ ہو اور اس نے مخالفت بھی نہ کی ہو۔ جیسا کہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے لکھا ہے کہ:

**''قلت المنكر اطلقه احمد بن حنبل وجماعة على الحديث الفرد الذى لا متابع له''.** [۶۵]

(یعنی میں کہتا ہوں کہ امام احمد بن حنبل اور ایک جماعت نے 'منکر کا اطلاق اُس' حدیثِ فرد' پر کیا ہے جس کا کوئی متابع نہ ہو۔)

ایک اہل حدیث عالم نے اِس عنوان پر بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ:

''بعض محدثین نے ''منکر'' کی اصطلاح کے استعمال میں وسعت اختیار کی اور اس سے مراد راوی کا تفرد لیا۔ مخالفت ہو یا نہ ہو اور خواہ متفرد ثقہ بھی ہو۔ یہ تعبیر کئی صورتوں پر مشتمل ہے اور ہر صورت کے لئے محدثین نے ''منکر'' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ حافظ ابن الصلاح نے تفرد کے مطلق استعمال کے سلسلے میں حافظ ابو بکر بن احمد بن ہارون البردیجی کے حوالے سے منکر کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے: وہ حدیث جس میں راوی منفرد ہو اور اس کی روایت کے بغیر اس کا متن معروف نہ ہو، نہ اس کی روایت کے طریق سے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور طریق سے''۔

اُس کے بعد لکھتے ہیں:

---

[۶۴] مسند الامام احمد: ۳۷/۴۱۴

[۶۵] الرفع والتکمیل: ۲۰۲

''اور تفرد پر رد کردینے، منکر ہونے، یا شاذ ہونے کا حکم لگانے کی بات بہت سے محدثین کے کلام میں موجود ہے۔اس عمومی اطلاق کی وجہ سے کئی صورتیں ایسی ہیں جن پر منکر کا اطلاق ہوتا ہے، چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں: امام احمد نے افلح بن حمید الانصاری (، جو صحیحین کے رجال میں سے ہیں اور ثقہ ہیں) کے بارے میں کہا: افلح نے دو منکر حدیثیں روایت کی ہیں۔امام احمد نے ان حدیثوں کو منکر اس لئے کہا کہ افلح ثقہ ہونے کے باوجود ان احادیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں''۔[٦٦]

اسی لئے حافظ ابن کثیر نے زیر بحث حدیث کے راوی ''حسن بن ذکوان'' کے بارے میں '' تَفَرَّدَ بِہٖ '' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ حافظ ابن کثیر کی توجیہ کے مطابق امام احمد کے نزدیک اس حدیث کے دو راوی ''عبدالوہاب بن عطاء الخفاف'' اور ''حسن بن ذکوان'' ضعیف ہیں۔ابن کثیر نے اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ اگر یہ راوی ضعیف ہیں تو بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں کیسے ان کی روایتوں کو درج کرلیا۔[٦٧]

گویا امام احمد کی یہ تضعیف مقبول نہیں، کیونکہ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ یہ دونوں راوی ''صدوق'' ہیں۔[٦٨] اس طرح یہ حدیث درجۂ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔جیسا کہ زرکشی نے لکھا ہے کہ: ''اس میں جو دشواری ہے وہ ڈھکی چھپی نہیں، کیونکہ اس حدیث کے راویوں کے بارے میں اختلاف ہے، چنانچہ ائمہ کی ایک جماعت کی رائے کے مطابق مذکورہ حدیث ''حسن'' ہے۔[٦٩]

---

[٦٦] مصطلحات اصول حدیث: ۲۴۵/۱-۲۴۶

[٦٧] جامع المسانید: ۱۳۵/۷-۱۳۶ (حدیث: ۴۸۹۷)

[٦٨] تقریب التہذیب: ۱۶۶/۱-۵۲۸

[٦٩] التذکرہ: ۱۴۴ (حدیث: ۲۹)

## حدیث: (٦)

اِس حدیث کا ایک متابع بھی ہے جسے طبرانی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے:

**عَنْ عُبَادَةَ بَنَ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَایَزَالُ فِی اُمَّتِی ثَلاثُونَ بِهِمْ تَقُومُ الْاَرْضُ وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُنْصَرُوْنَ. قَالَ قَتَادَةُ فَاِنِّی اَرْجُو اَنْ یَکُونَ الْحَسَنُ مِنْهُمْ.** [۷۰]

''عبادہ بن صامت سے مروی ہے ............رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''میری امت میں ہمیشہ تیس افراد ہوں گے جن کے ذریعہ زمین قائم رہے گی اور بارش اترے گی اور لوگوں کو مدد پہنچے گی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ حسن بصری اُنہی میں سے ہوں گے''۔

ہیثمی لکھتے ہیں اس کے دوراوی ''عمروالبزار'' اور''عنبسۃ الخواص'' کو میں نہیں جانتا اوراس کے بقیہ رجال؛ رجال صحیح ہیں۔[۷۱]

ابن کثیر نے اس حدیث کو''منکر'' بتایا ہے۔[۷۲]

سیوطی نے اس حدیث کو''صحیح'' لکھا ہے، حالانکہ یہ خلافِ اُصول بات ہے۔[۷۳]

درج بالا حدیثوں سے ظاہر ہے کہ ابدال کی تعدا دگھٹتی بڑھتی ہے۔ چالیس کی تعداداُن کے لئے متعین نہیں۔ دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق کی یہی صورت ممکن ہے۔

---

[۷۰] جامع المسانید: ۷/۱۷۹-۱۸۰ (حدیث: ۴۹۷۷)

[۷۱] مجمع الزوائد: ۱۰/۶۳ (۱۶۶۷۳)

[۷۲] جامع المسانید: ۷/۱۸۰ (حدیث: ۴۹۷۷)

[۷۳] الجامع الصغیر: ۱/۱۸۲

## حکیم ترمذی کی توجیہ پر نقد

حکیم ترمذی دونوں قسم (چالیس اور تیس) کی حدیثوں میں پیدا ہونے والے اختلاف کو دور کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

**"ولیس فی الحدیثین اختلاف وانما ھم اربعون رجلا فثلاثون منھم قلوبھم علی قلب ابراھیم علیہ السلام دل علیہ ماروی عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنہ قال............ الحدیث**[۷۴]

(دونوں حدیثوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابدال تو چالیس ہی مرد ہیں، البتہ ان میں تیس کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ اس بات پر ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث دلیل ہے۔)

مناوی نے حکیم ترمذی کے اس قول کی حمایت کی ہے۔[۷۵]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ حکیم ترمذی کی یہ توجیہ درست نہیں:

ایک تو یہ کہ............ حکیم ترمذی نے اپنی توجیہ کو درست ثابت کرنے کے لئے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ بذات خود ضعیف ہے، کیونکہ اس کے دو راوی "عبدالرحیم بن حبیب" اور "داؤد بن محبّر" متروک الحدیث ہیں۔[۷۶]

---

[۷۴] نوادرالاصول: ۱/۱۶۵

[۷۵] فیض القدیر: ۳/۲۱۹

[۷۶] **ثَنَا عبد الرحیم بن حبیب ثَنَا داود بن محبر عَنْ میسرة عَنْ أبی عبد اللّٰہ الشامی عَنْ مکحول عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ...الحدیث** (الحاوی: ۲/۴۶۵) کتاب الضعفاء والمتروکین: ۲/۱۰۲، میزان الاعتدال: ۲/۶۰۳، لسان المیزان: ۴/۲۳۳، تقریب التہذیب: ۱/۲۳۴

دوسرے یہ کہ ...........صرف تیس ابدال حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے پرتو نہیں ہوتے، بلکہ بعض حدیثوں میں چالیس ابدال کو بھی ان کا پرتو بتایا گیا ہے۔ مثلاً طبرانی کی تخریج کردہ یہ حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:-

## حدیث: (۷)

**عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَنْ تَخْلُوالْاَرْضُ مِنْ اَرْبَعِیْنَ رَجُلاًمِّثْلَ خَلِیْلِ الرَّحْمٰنِ فَبِهِمْ تُسْقُوْنَ وَبِهِمْ تُنْصَرُوْنَ مَا مَاتَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ آخَرَ قَالَ سَعِيْدٌ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُوْلُ لَسْنَا نَشُكُّ اَنَّ الْحَسَنَ مِنْهُمْ .**

حضرت انس سے مروی ہے......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ”زمین ایسے چالیس مردوں سے خالی نہ ہوگی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پرتو ہیں۔ انہیں کے ذریعہ تم سیراب کئے جاؤ گے اور اُنہی کے ذریعہ تمھاری مدد ہوگی۔ جب بھی ان میں کا کوئی ایک مرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو بحال کر دیتا ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں شک نہیں ہے کہ حسن اُنہی میں سے ہیں“۔(۷۷)

یہ حدیث ”حسن“ ہے جیسا کہ ہیثمی نے ”مجمع الزوائد“ میں لکھا ہے۔[۷۸]

اس کی ایک شاہد روایت بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے:-

---

(۷۷) المعجم الاوسط: ۲۴۷/۴ (حدیث: ۴۱۰۱)

[۷۸] مجمع الزوائد: ۴۶/۱۰ (حدیث: ۱۶۶۴۷)

## حدیث:(۸)

**عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: »لَا يَزَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ إِبْرَاهِيمَ، يَدْفَعُ اللهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، يُقَالُ لَهُمُ الْأَبْدَالُ«، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: »إِنَّهُمْ لَمْ يُدْرِكُوهَا بِصَلَاةٍ وَلَا بِصَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ«، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَبِمَ أَدْرَكُوهَا؟ قَالَ: بِالسَّخَاءِ وَالنَّصِيحَةِ لِلْمُسْلِمِينَ.**

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:''میری امت میں ہمیشہ چالیس مرد ایسے ہوتے رہیں گے جن کے دل؛ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے زمین والوں سے بلائیں دفع کرے گا؛جنہیں ابدال کہا جائے گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ اس مرتبے کو نماز ،روزہ اورصدقے کے ذریعے نہیں پہنچے ۔لوگوں نے دریافت کیا: پھر وہ کیسے اس مرتبہ کو پہنچے؟ آپ نے فرمایا:سخاوت اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرکے''۔(۷۹)

طبرانی کے اس اسناد میں دوراوی''ثابت بن عیاش احدب''اور''ابورجاء کلبی''مجہول ہیں اوراس کے بقیہ رجال؛رجال صحیح ہیں۔ [۸۰]

---

(۷۹)المعجم الکبیر:۱۸۱/۱۰(حدیث:۱۰۳۹۰)

[۸۰]مجمع الزوائد:۱۶۳/۱۰(حدیث:۱۶۶۷۵)

## آثار میں ابدال کے کم وبیش ہونے کا تذکرہ

احادیث کے علاوہ آثار میں بھی ابدال کی تعداد کے کم وبیش ہونے کا تذکرہ ہے:-

- امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''زمین ستّر صدیقوں سے خالی نہ ہوگی اور وہ ابدال ہیں۔ان میں کا جب بھی کوئی ایک ہلاک ہوگا،وہ اپنے مثل اپنا جانشین چھوڑ جائے گا۔چالیس شام میں ہوں گے اور تیس پوری روئے زمین پر''۔

- حضرت قتادہ کہتے ہیں:

''زمین ایسے چالیس لوگوں سے خالی نہ ہوگی جن کے ذریعہ بارش اترے گی اور لوگوں کو مدد پہنچے گی اور انہیں رزق تقسیم کیا جائے گا۔جب کبھی ان میں کا ایک مرے گا،اللہ تعالیٰ اس جگہ پر دوسرے کو لائے گا۔قتادہ کہتے ہیں: خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ حسن اُنہی (ابدل) میں سے ہوں گے''۔

- حضرت معدان کہتے ہیں:

''زمین نے رب تبارک وتعالیٰ سے عرض کیا: تو مجھے اس حال میں کیسے چھوڑ دے گا کہ میرے اوپر کوئی نبی نہ ہو؟ ارشاد ہوا: عنقریب میں تیرے اوپر ملک شام میں چالیس صدیقوں کو آباد کروں گا''۔

- حضرت ابوالزاھریہ کہتے ہیں:

''ابدال تیس مرد ہیں شام میں۔جن کے ذریعہ تجارت قائم رہتی ہے اور روزی ملتی ہے جب ان میں کا ایک آدمی مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو دے دیتا ہے''۔

- حضرت کعب کہتے ہیں کہ: ''ابدال تیس ہیں''۔

- ابن شوذب کہتے ہیں: ''اَبدال ستّر ہیں۔ساٹھ ملک شام میں اور دس زمین کے باقی حصوں ہیں''۔[۸۱]

---

[۸۱] تاریخ مدینۃ دمشق: ۱/۲۹۶-۲۹۸-۲۹۹

ان سب احادیث وآثار کے جمع کرنے کی صورت یہی ہے کہ ابدال کم وبیش ہوتے رہتے ہیں، ان کی کوئی مقرر تعداد نہیں، ورنہ بغیر کسی علت کے بعض احادیث وآثار کا ترک لازم آئے گا۔ یہی بات شیخ ابن تیمیہ نے کہی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''اسلام پورب سے لے کر پچھّم تک پھیلا اور ہر دور میں مسلمانوں کے اندر پرہیزگار اولیاء اللہ موجود رہے، بلکہ صدیقین، سابقین اور مقرّبین کا وجود باقی رہا جن کا عدد شمار خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اُنھیں نہ تو تین سو کے عدد میں منحصر کیا جاسکتا ہے اور نہ تین ہزار کے عدد میں۔ جب فضیلت والے تین دور (قرون ثلٰثہ) گذر گئے تو اس کے بعد آنے والے دور میں بھی اولیاء اللہ بلکہ سابقین موجود رہے۔ جس نے اُنھیں عدد میں منحصر کردیا وہ جان بوجھ کر یا غلطی سے حق تلفی کرنے والا ہے''۔[۸۲]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''جن حضرات نے ''بدل'' کا لفظ استعمال کیا ہے اُنھوں نے اپنے طور پر اُس کے چند معانی بیان کئے ہیں:

ایک یہ کہ......وہ لوگ انبیاء کے بدلے میں ہیں یعنی ان کے نائب ہیں۔

دوسرے یہ کہ......ان میں جب کوئی ایک مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کو دوسرے آدمی سے بدل دیتا ہے۔

تیسرے یہ کہ......وہ لوگ اپنے برے اخلاق، برے اعمال اور برے عقائد کو اچھائیوں سے بدل لیتے ہیں۔

اور یہ ساری صفتیں چالیس اور چالیس سے کم وبیش لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔[۸۳]

---

[۸۲] مجموعۃ الرسائل: ۵۹/۱

[۸۳] مجموعۃ الرسائل: ۶۲/۱

## علامہ مناوی کے استدلال پر نقد

علامہ مناوی نے شیخ ابن تیمیہ کی اس توجیہ کو ''فاش غلطی'' قرار دیا ہے کہ جب ایک کی موت کے بعد دوسرے کی آمد کا سلسلہ جاری ہے تو کم وبیش ہونے کا سوال نہیں اٹھتا۔[۸۴]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ ''چالیس کا سلسلہ کس زمانے سے شروع ہوا؟

اگر دورِ صحابہ سے اس کا آغاز مانا جائے تو بات سمجھ میں نہیں آتی کہ سیکڑوں جلیل القدر صحابۂ کرام میں سے صرف چالیس آدمی ابدال کے اندر پائے جانے والے صفات کے حامل تھے؟!۔ یہی پیچیدگی دورِ تابعین اور دورِ تبع تابعین میں درپیش ہوگی۔

اگر ہم ان چالیس ابدال کے سلسلے کا ایک دور آغاز فرض بھی کرلیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان میں کا ایک مرتا ہے تو کیا پوری دنیا میں صرف اور صرف ایک آدمی اس حیثیت کا ہوتا ہے کہ اسے ابدال بنایا جائے؟ حالانکہ یہ اہل علم کے نزدیک بالمشاہدہ باطل ہے۔

اور اگر یہی مان لیا جائے تو پھر اس وقت کیا ہوگا جب بیک زمانہ دو تین ابدال وفات یافتہ ہوجائیں؟۔

عقل ونقل کے استحالہ کی بنیاد پر ماننا ہوگا کہ ابدال کی کوئی مقرر تعداد نہیں بلکہ یہ ضرورت ومشیت کے لحاظ سے گھٹتے بڑھتے ہیں۔ ایک کی وفات کے بعد دوسرے کے بحال ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دور آغاز سے لے کر قیامت تک محدود رہیں گے۔

بعض اہل علم کا بیان ہے کہ جب دنیا میں اس جماعت کا کوئی فرد باقی نہ رہے گا تو قیامت آجائے گی۔ عقل ونقل کی رو سے یہ بات سو فیصد درست ہے۔ قیامت کا آنا اس بات پر روشن دلیل ہے کہ ایک زمانہ وہ ہوگا کہ یہ جماعت گھٹتے گھٹتے نابود ہوجائے گی اور ایسا بھی نہیں کہ اچانک یہ چالیس ابدال ایک ساتھ وفات پاجائیں گے بلکہ انہیں ختم ہوتے

---

[۸۴] فیض القدیر: ۲۲۰/۳

ایک صدی گذر سکتی ہے۔ جب یہ صورت حال پیدا ہوگی تو کبھی ایسا ہوگا کہ تیس ابدال ہوں گے، کبھی پچیس اور پندرہ ہوں گے اور کبھی دو تین ہی رہ جائیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ ابدال کی موت کے بعد اس کی جانشینی کا سلسلہ ٹوٹ جائے گا۔ یہیں سے یہ ثابت ہوگیا کہ حدیث میں ابدال کی جانشینی کا جو ذکر ہے، وہ ضروری ولازم نہیں۔ چونکہ عرصۂ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہے گا، اس لئے اس پر کُلیت کا حکم لگا دیا گیا ہے۔

## ایک سوال کا جواب

اگر کوئی یہ کہے کہ ابدال کا کم وبیش ہونا اس وقت ثابت ہوگا جب کہ ابدال کی جانشینی کا سلسلہ رک جائے، مگران زمانوں میں کیا ہوگا جب کہ یہ سلسلہ جاری ہو؟

جواب دیا جائے گا کہ...... ابدال کی جانشینی کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ دنیا میں اور کہیں مستقل ابدال نہ ہوتے ہوں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ابدال تو بے حد و بے شمار ہوتے ہی رہتے ہیں، البتہ جب ایک مرتا ہے تو اس کی جگہ خالی نہیں رہ جاتی، بلکہ کوئی نہ کوئی اس کا جانشین ضرور بنتا ہے۔ نئے نئے ابدال جب آتے رہتے ہیں تو ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور جب نئی آمد نہیں ہوتی ہے تو یہ تعداد کم رہتی ہے۔ اس طرح یہ ابدال کم وبیش ہوتے رہتے ہیں۔ اس توجیہ کو نہ مانا جائے تو عقل ونقل کے معارضہ سے بچنا محال ہوگا۔

## ایک حدیث پر نقد

حافظ ابونعیم کی روایت کردہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اَبدال کم نہیں ہوتے۔ وہ حدیث درج ذیل ہے:

**خِيَارُ أُمَّتِي فِي كُلِّ قَرْنٍ خَمْسُمِائَةٍ، وَالْأَبْدَالُ أَرْبَعُونَ، فَلَا الْخَمْسُمِائَةِ يَنْقُصُونَ وَلَا الْأَرْبَعُونَ، كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللهُ مِنَ الْخَمْسِمِائَةِ مَكَانَهُ، وَأَدْخَلَ مِنَ الْأَرْبَعِينَ مَكَانَهُمْ «، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنَا عَلَى أَعْمَالِهِمْ .قَالَ: يَعْفُونَ عَمَّنْ ظَلَمَهُمْ، وَيُحْسِنُونَ إِلَى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْهِمْ،**

وَيَتَوَاسُونَ فِيمَا آتَاهُمُ اللهُ عَزّوَجَلّ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر زمانہ میں میرے بہترین امتی پانسو ہوں گے اور ابدال چالیس۔ تو نہ پانسو کی تعداد کم ہوگی اور نہ چالیس کی۔ جب کبھی ایک شخص وفات پائے گا تو اللہ تعالیٰ پانسو میں سے ایک کو اس کی جگہ پر رکھ دے گا اور اسے ان چالیس کے مرتبہ میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! ہمیں ان کے کردار کے بارے میں بتلایئے۔ آپ نے فرمایا: وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کریں گے اور اپنے برا چاہنے والوں کے ساتھ بھلائی کریں گے اور اللہ عزوجل کی عطا کردہ چیزوں سے وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے''۔[۸۵]

اس حدیث کو ابن عسا کر نے بھی متعدد سندوں سے روایت کیا ہے[۸٦] مگر اس کا دارومدار ''عبداللہ بن ہارون الصوری'' ہے جو ایک مجہول راوی ہے۔ اس حدیث پر ریمارک کرتے ہوئے ذہبی رقمطراز ہیں:

''عبداللّٰہ بن ہارون الصوری عن الاوزاعی لایعرف والخبر کذب فی اخلاق الابدال''.[۸۷]

''اوزاعی سے روایت کرنے والا ''عبداللہ بن ہارون صوری'' غیر معروف راوی ہے اور اخلاق ابدال کے سلسلے میں یہ حدیث جھوٹی ہے''۔

ابن حجر عسقلانی نے بھی اِس ریمارک کی تائید کی ہے اور اسے اپنی کتاب میں برقرار رکھا ہے۔[۸۸]

---

[۸۵] حلیۃ الاولیاء: ۸/۱

[۸٦] تاریخ مدینۃ دمشق: ۳۰۲/۱-۳۰۳

[۸۷] میزان الاعتدال: ۵۱٦/۲

[۸۸] لسان المیزان: ۱۸۰/۴

راقم الحروف لکھتا ہے کہ حدیث کے موضوع ہونے کی وجہ راوی کا مجہول ہونا نہیں ہے، کیونکہ جہالتِ راوی کی بنا پر حدیث کو موضوع نہیں قرار نہیں جا تا، بلکہ اس کی وجہ حدیث کا مضمون ہے جو عقل و نقل کے معارض ہے۔ خصوصاً یہ بات کہ ہر زمانہ میں بہترین امتی پانسو ہوں گے اور اس سے کم کبھی نہ ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات پوری اسلامی تاریخ کے خلاف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین امتی بہت سارے زمانوں میں پانسو سے زیادہ ہزاروں کی تعداد میں گذر چکے ہیں اور قیامت کے قریب آہستہ آہستہ پانسو سے کم ہوتے ہی جائیں گے۔

مذکورہ حدیث کو قابل احتجاج مانا بھی جائے تو اس میں صرف ابدال کے کم ہونے کا انکار ہے، گویا چالیس سے زیادہ ہو سکتے ہیں اور زیادہ ہونے کی کوئی حد نہیں کہ کس زمانہ میں وہ کتنے زیادہ ہوں گے؟ ممکن ہے کہ وہ کبھی چالیس سے کچھ زیادہ ہوں اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ چالیس سے بہت زیادہ ہوں ۔ یہ بھی ابدال کے کم وبیش ہونے کا ایک اشاریہ ہے۔

چونکہ اکثر روایتوں میں ابدال کی تعداد ''چالیس'' بتائی گئی ہے، اس لئے ممکن ہے کہ وہ اکثر زمانوں میں چالیس ہوتے ہوں، مگر ان کا عددِ شمار چالیس ہی بتانا درست نہیں۔

☆☆☆

## اَمرِ سوم کی توجیہ

### اَبدال کا مَسکَن ملکِ شام ہے

ابدال کے تعلق سے اکثر حدیثوں میں ملک شام کا تذکرہ ملتا ہے، اس لئے عام ذہن یہ ہے کہ ابدال کا مسکن ملک شام ہے، حالانکہ حدیثوں کی تحقیق کے بعد اس نظریے کی تائید نہیں ہوتی۔ جو لوگ اس نظریے کے قائل ہیں، وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی؛ شریح بن عبید، عبداللہ بن زُریر غافقی اور عبداللہ بن صفوان کی گذشتہ روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ ذیل کی حدیثیں اور چند آثار بھی ان کی دلیلوں میں شامل ہیں:-

**حدیث: (۹)**

**عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ مِصْرُ سَبُّوا اَهْلَ الشَّامِ فَاَخْرَجَ عَوْفُ ابْنُ مَالِكٍ رَأسَهٗ مِنْ بُرْنِسِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا اَهْلَ مِصْرَ اَنَا عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ لَاتَسُبُّوا اَهْلَ الشَّامِ فَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ فِيْهِمُ الْاَبْدَالُ بِهِمْ تُنْصَرُوْنَ وَبِهِمْ تُرْزَقُوْنَ ."رواه الطبرانی وابن عساکر من هٰذاالطریق و من طریق هشام بن عمار.** [۸۹]

"شہر بن حوشب سے مروی ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو لوگوں نے شامیوں کو گالی بکی۔ عوف بن مالک نے اپنے سر سے "بُرنُس" ٹوپی اتاری اور کہا: اے مصریو! میں عوف بن مالک ہوں۔ شامیوں کو گالی مت بکو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ: "وہاں ابدال ہیں جن کے ذریعہ تمھاری مدد کی جاتی ہے اور تمھیں روزی ملتی ہے"۔

---

[۸۹] المعجم الکبیر: ۶۵/۱۸ (حدیث: ۱۲۰)، تاریخ مدینۃ دمشق: ۲۹۰/۱

اِس کے اسناد میں ایک راوی عمرو بن واقد ہے جسے جمہور ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔شہر بن حوشب مختلف فیہ ہےاور باقی رجال ثقہ ہیں۔[۹۰]

**حدیث**:(۱۰) **عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ خَطَبَنَا عَلِیٌّ فَذَکَرَ الْخَوَارِجَ فَقَامَ رَجُلٌ فَلَعَنَ اَهْلَ الشَّامِ فَقَالَ لَهٗ وَیْحَکَ لَاتَعَمَّمْ اِنْ کُنْتَ لَاعِناً فَفُلَاناً وَّاَشْیَاعَهٗ فَاِنَّ مِنْهُمْ الْاَبْدَالَ وَ مِنْکُمْ الْعَصَائِبُ**.[۹۱]

''ابوالطفیل سے مروی ہے کہ......علی نے ہمیں خطبہ دیا تو خوارج کا ذکر کیا تو ایک شخص کھڑا ہوااور شامیوں کو گالی دینے لگا تو آپ نے اس کو کہا: تجھ پر تعجب ہے اس طرح اپنی لعنت کو عام مت کر۔اگر تجھے لعنت کرنا ہی ہے تو فلاں اور اس کے ساتھیوں پر لعنت بھیج، کیونکہ شامیوں میں ابدال ہیں اور تم لوگوں میں عصائب''۔

اس کے اسناد میں ''ابن عمر شیرازی'' ایک مجہول راوی ہے اور بقیہ رجال ثقہ اور صدوق ہیں۔[۹۲]

**حدیث**:(۱۱) **عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ :قُبَّةُ الْاِسْلَامِ بِالْکُوفَةِ وَالْهِجْرَةُ بِالْمَدِیْنَةِ وَالنُّجَبَا بِمِصْرٍوَالْاَبْدَالُ بِالشَّامِ وَهُمْ قَلِیْلٌ** .

''علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ............اسلام کا قبہ کوفہ میں ہے۔ہجرت مدینہ میں۔نجبا مصر میں اور ابدال شام

---

[۹۰] الحاوی:۲/۴۶۳،تقریب التہذیب:۱/۳۵۵-۴۹۳-۲/۲۰۴-۳۸۶

[۹۱] تاریخ مدینۃ دمشق:۱/۲۹۶

[۹۲] سیر اعلام النبلاء:۶/۲۴۷-۲/۴۷۶-۳۱۲۱۵-۱۷/۸۲-۱۹/۲۱۵-۲۰/۱۳۴-
تقریب التہذیب:۱/۱۲۷-۱/۱۲۷-۱/۱۴۸-۱/۳۸۹-۲/۱۴

میں ہیں اور وہ تھوڑے ہیں''۔

اسے خلال اور ابن عساکر نے مختلف اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔[۹۳]

**حدیث:** (۱۲) ''عَنْ عَيَّاشِ بْنِ الْقِتْبَانِي اَنَّ عَلِيٍّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ قَالَ اَلْاَبْدَالُ مِنَ الشَّامِ وَالنُّجَبَاءُ مِنْ اَهْلِ مِصْرٍ وَالْاَخْيَارُ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ''.

''عیاش بن قتبانی سے مروی ہے، علی بن ابی طالب نے فرمایا: ابدال شامی ہوتے ہیں نجباء مصری اور اخیار عراقی ہوتے ہیں''۔

یہ حدیث منقطع ہے قتبانی اور علی کے درمیان۔ اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔اس کے رجال قابل احتجاج ہیں سوائے شیخ ابن عساکر کے اور وہ مستور ہے۔[۹۴]

**حدیث:** (۱۳) ''عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اَلْاَبْدَالُ بِالشَّامِ وَالنُّجَبَاءُ بِالْكُوفَةِ''.[۹۵]

''علی علیہ السلام سے مروی ہے......ابدال شام میں ہوتے ہیں اور نجبا کوفہ میں''۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔

ظاہر حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملک شام ابدال کا مسکن ہے اور یہ لوگ دنیا کے کسی اور حصہ میں نہیں پائے جاتے ،لیکن اس کے بالمقابل دوسری حدیثوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابدال دنیا کے کسی بھی گوشہ میں پائے جا سکتے ہیں، جیسا کہ گذشتہ اوراق میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بسندِ حسن دو حدیثیں گذر چکی ہیں کہ............روئے زمین تیس یا چالیس مردوں سے خالی نہ ہوگی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرتَو ہوں گے

---

[۹۳] کرامات الاولیاء للخلال: ۵ (حدیث: ۱۱)، تاریخ مدینۃ دمشق: ۲۹۶/۱

[۹۴] تاریخ مدینۃ دمشق: ۲۹۶/۱

[۹۵] تاریخ مدینۃ دمشق: ۲۹۶/۱

..........اُن دونوں حدیثوں میں پوری روئے زمین کوان کے وجود کے لئے عام رکھا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ دنیا کے کسی بھی گوشہ میں پائے جاسکتے ہیں۔

یونہی حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی دوحدیثیں گذر چکی ہیں ..........ایک میں یہ ہے کہ: اس امت میں ابدال تیس ہیں۔دوسری میں یہ کہ: میری امت میں برابر تیس آدمی ہوتے رہیں گے ..........ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی امت شام اور غیر شام سب کو شامل ہے گویا حضرات ابدال کسی بھی ملک کی امت میں ظاہر ہوسکتے ہیں۔ ان کے وجود وظہور کے لئے سرزمینِ شام ضروری نہیں۔

یونہی بعض حدیثوں میں ''اَلْاَبْـدَالُ مِنَ الشَّامِ ''اور''اِنَّ مِـنْهُـمُ الْاَبْدَالَ ''جیسے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔اگر''من'' کو بعضیت پر محمول کیا جائے تو سارے ابدال کے لئے ملک شام کا مسکن خاص نہ ہوگا۔

ابن عساکر نے جعفر بن سلیمان سے باسنادِ حسن روایت کیا ہے کہ''وہب بن منبہ'' کے ہم جلیسوں میں سے اہل صنعا کے ایک شخص کا بیان ہے کہ:

> ''میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے آپ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ کی امت کے ابدال کہاں ہیں؟ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ان میں سے کوئی عراق کی سرزمین پرنہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! محمد بن واسع، حسان بن ابی سنان اور مالک بن دینار ہیں جن کے زہد کو لوگوں میں وہی حیثیت حاصل ہے جو ابوذر کو اپنے زمانے میں حاصل تھی''۔[۹٦]

جعفر بن سلیمان کی اس حدیث کو ابن عساکر نے ؛سلیمان بن داؤد شاذکونی، عمرو بن عاصم اور سیار کے متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔

---

[۹٦] تاریخ مدینۃ دمشق:۱/۳۰۱

حافظ خلال اور ابونعیم نے بھی اس روایت کی تخریج کی ہے۔[۹۷]
اس مبارک خواب سے تائید ہوتی ہے کہ ابدال صرف ملک شام میں نہیں ہوتے۔
ابن شوذب کہتے ہیں:
''ابدال ستّر ہیں۔ساٹھ ملک شام میں اوردس پوری روئے زمین پر''۔
ابن عساکر نے اسے روایت کیا۔اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔[۹۸]
سوال: اگر بات ایسی ہی ہے کہ ابدال کا مسکن خاص ملک شام نہیں تو پھر اکثر حدیثوں میں یہ کیوں کہا گیا کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں؟
جواب: اس کی تین وجہیں ممکن ہیں:
ایک تو یہ کہ......ابدال کی اکثریت ملک شام میں ہوتی ہے۔
دوسری یہ کہ......کبھی دنیا کے دوسرے گوشوں میں ابدال نہیں ہوتے، مگر ملک شام میں ہمیشہ ہوتے ہیں۔
تیسری یہ کہ......آخر زمانہ میں ابدال کثرت کے ساتھ ملک شام میں ہوں گے۔
جیسا کہ حضرت واثلہ بن اسقع سے مروی ہے......رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

**حدیث:(۱٤)** ''سَتَکُونُ دَمِشْقُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ اَکْثَرُ الْمُدُنِ اَھَنٌّ وَاَکْثَرُہٗ اَبْدَالاً وَاَکْثَرُہٗ مَسَاجِداً وَّاَکْثَرُہٗ زُھَّاداً وَّاَکْثَرُہٗ مَالاً وَّرِجَالاً وَّ اَقَلُّہٗ کُفَّاراً وَھِیَ مَعْقَلُ لِاَھْلِھَا''. رواہ ابو الحسن الربعی و ابن عساکر [۹۹]
''آخر زمانہ میں دمشق کے اکثر قصبے کمزور ہوں گے۔وہاں

[۹۷] کرامات الاولیاء للخلال: ۵ (حدیث:۱۳)، حلیۃ الاولیاء:۳/۱۱۴، تاریخ مدینۃ دمشق:۱/۳۰۲
[۹۸] تاریخ مدینۃ دمشق:۱/۲۹۹، سیر اعلام النبلاء:۱۱/۱۲۹-۱۱/۴۹۳-۱۵/۴۶۶-۱۶/۴۰۹-۲۰/۶،
کتاب الجرح والتعدیل:۴/۴۶۷-میزان الاعتدال:۳/۱۵۶
[۹۹] فضائل الشام ودمشق لابی الحسن الربعی:۱/۴۴ (حدیث:۷۶)، تاریخ مدینۃ دمشق:۲/۲۸۷

کثرت سے ابدال، مسجدیں اور پرہیزگار ہوں گے ۔ وہاں مالدار لوگ زیادہ ہوں گے۔وہاں کی مردم شماری زیادہ ہوگی اور کافر کم ہوں گے۔اور یہ شہر وہاں کے لوگوں کی پناہ گاہ ہوگی‘‘۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔علامہ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

’’لا یصح ، اسنادہ واہ‘‘۔(یہ حدیث صحیح نہیں،اس کی سند واہی ہے۔) [۱۰۰]

☆☆☆

[۱۰۰] فضائل الشام: ۲۵۵

# اَمر چہارم کی توجیہ

## ایک ابدال کی موت کے بعد دوسرا اُس کی جگہ بَحال ہوتا ہے

حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ابدال وفات پاتا ہے تو دوسرا اس کا جانشین بنتا ہے، مگرابن عربی نے حدیث کی اس ظاہری مراد کے برخلاف یہ توجیہ کی ہے کہ: ''ابدال جب ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے تو اس جگہ اپنی ''حقیقت روحانیۃ'' چھوڑ جاتا ہے جس کی طرف اس جگہ کی روحیں اکٹھا ہوتی ہیں اگر وہاں کے لوگوں کا اشتیاق اس کے لئے بڑھ جاتا ہے تو وہ روح شکل اختیار کر لیتی ہے، پھرلوگوں کی اس سے بات چیت ہوتی ہے حالانکہ وہ حقیقت میں وہاں موجودنہیں ہوتا۔کبھی یہ معاملہ ابدال کے علاوہ دوسرے ولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے، مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ ابدال کواپنے اس معاملہ کی خبر رہتی ہے اور دوسرا ولی اپنے اس معاملہ سے ناآشنا ہوتا ہے''۔[۱۰۱]

علامہ مناوی بھی اس کی تائید میں لکھتے ہیں:

''انہیں ابدال اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ کسی دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں تو پہلی جگہ اپنا ایک ہمشکل چھوڑ جاتے ہیں۔ جب یہ قوت ''جن'' کوحاصل ہے کہ جیسی صورت چاہیں اختیار کر لیں تو فرشتے اور اولیا اس کے زیادہ حقدار ہیں۔[۱۰۲]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ یہ تاویل حدیث کے لفظ اور معنی دونوں ہی اعتبار سے باطل ہے:

☆ حدیثوں میں ''هَـلَكَ'' اور ''مَـاتَ'' کا لفظ آیا ہے جو اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ابدال کی بدلیت یعنی جانشینی کا معاملہ اس کی زندگی میں درپیش نہیں ہوتا، بلکہ جان کی ہلاکت اور موت کے بعد ہوتا ہے۔

---

[۱۰۱] فیض القدیر:۲۱۸/۳- رسائل ابن عابدین:۲۶۶/۲

[۱۰۲] فیض القدیر:۲۱۹/۳

☆ ''اَبْدَلَ اللّٰهُ مَکَانَهُ رَجُلاً آخَرَ'' کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابدال کا جانشین ایک دوسرا مرد ہوتا ہے خود اس کی اپنی روح نہیں ہوتی۔

☆ حدیث کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ جانشینی من جانب اللہ ہوتی ہے جس میں ابدال کو اپنے قصد واختیار کا دخل نہیں ہوتا، جبکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا اپنے قصد واختیار کا نتیجہ ہے۔

☆ ابدال کی ضرورت دنیا میں اس لئے ہے کہ ان کے وجود کی برکت اور ان کی دعا کا فیضان جہاں تک خدا چاہے ہو سکے۔ ایسا نہیں کہ وہ جہاں ہوں گے وہیں تک ان کی برکت کا دائرہ محدود ہوگا۔

☆ ابدال جگہ جگہ ہیں اور بے شمار ہیں تو اس طرح ان کا فیضان اور ان کی برکتیں عام ہوں گی دنیا میں ہر طرف پھیلی ہوئی تو پھر یہ بات بے معنی ہے کہ ابدال جب منتقل ہو کر دوسری جگہ جائے تو پہلی جگہ مزید ایک ابدال کی ضرورت پڑ جائے اور اتنی شدید ضرورت کہ اسے وہاں اپنا ایک ہم شکل چھوڑ نا پڑے!

☆ خاص اولیاء کرام میں سے بھی کم ہی لوگ ابدال کو جانتے پہچانتے ہیں۔، پھر یہ کہنا کہ ''اس کی روحانیت کے دربار میں لوگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور شکل اختیار کرنے پر عوام ان سے گفتگو کرتے ہیں'' بالکل ہی خلاف واقعہ اور خلاف مشاہدہ ہے۔

روحوں کی دنیا کا یہ معاملہ ویسے بھی قیاس سے بالاتر ہے۔ صاحبِ روحانیت جانیں، آخر ماجرا کیا ہے؟

☆☆☆

# اَمرِ پنجم کی توجیہ

## ابدال کے توسط سے لوگ عذاب سے محفوظ رہتے ہیں

مذکورہ حدیثوں کی روشنی میں بعض حضرات یہ نظریہ قائم کرتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ برکتیں نازل ہوتی ہیں، مثلاً بارش، روزی، مدد، عذاب سے رہائی اور غرق وبلا سے تحفظ وغیرہ؛ وہ صرف ابدال کے وسیلہ سے ہوتی ہیں، حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ابدال کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ان برکتوں کے نزول کا ذریعہ بنتے ہیں، جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے۔

### حدیث: (۱٤)

چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ...... میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"اَبْغُونِی فِی ضُعَفَائِکُمْ فَاِنَّکُمْ اِنَّمَاتُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِکُمْ".

"مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں اپنے کمزوروں ہی کی بنیاد پر روزی ملتی ہے اور مدد پہنچتی ہے"۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، ترمذی، نسائی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔[۱۰۳]

### حدیث: (۱۵)

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے...... کہ میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! جو آدمی قوم کا نگہبان ہو تو کیا اس کا اور اس کے علاوہ دوسروں کا حصہ برابر ہے؟ ارشاد فرمایا:

"ثَکَلَتْکَ اُمُّکَ یَا ابْنَ اُمِّ سَعْدٍ وَهَلْ تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ".

---

[۱۰۳] مسند الامام احمد: ٦٠/٣٦ (حدیث: ٢١٧٣١)، سنن الترمذی: ٢٠٦/٤ (حدیث: ١٧٠٢) سنن النسائی: ٤٥/٦ (حدیث: ٣١٧٩)، سنن ابی داود: ٣٢/٣ (حدیث: ٢٥٩٤)

”اے ام سعد کے بیٹے! تیری ماں تجھ پر روئے، تمھیں
تمھارے کمزوروں ہی کی وجہ سے روزی ملتی ہے اور
مدد پہنچتی ہے“۔

## حدیث:(۱٦)

اسے امام عبدالرزاق اور اُن سے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا۔[۱۰۴]

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ اُنھیں دوسرے صحابہ پر (اپنی شجاعت وغنا کی وجہ سے) فضیلت حاصل ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

”هَلْ تُنْصَرُونَ وَ تُرْزَقُونَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ“.

(تمھارے کمزوروں ہی کی برکت سے تو تمھاری مدد کی جاتی ہے اور تمھیں رزق دیا جاتا ہے۔)

اسے بخاری اور نسائی نے روایت کیا۔ امام نسائی کی روایت اس طرح سے ہے:

”إِنَّمَا يَنْصُرُ اللهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا بِدَعْوَتِهِمْ، وَصَلَاتِهِمْ، وَإِخْلَاصِهِمْ“.

(البتہ اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد اُس کے کمزوروں کی وجہ سے کرتا ہے، اُن کی دعا، اُن کی نماز اور اُن کے اخلاص کی برکت سے۔)[۱۰۵]

حافظ ابونعیم نے بھی یہ اضافہ کیا:”بِدَعْوَتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ“.

(یعنی تمھیں کمزوروں کے ذریعہ: ان کی دعاؤں اور ان کے اخلاص کے ذریعے مدد پہنچتی ہے۔)[۱۰٦]

بیہقی نے بھی اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے:

”اِنَّمَا نَصَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِضَعِيفِهَا

---

[۱۰۴]مصنف عبدالرزاق:۵۳۳/۵(حدیث:۱۰۵۲٦)مسند الامام احمد:۸٦/۳(حدیث:۱۴۹۳)

[۱۰۵]صحیح بخاری:۳۳۱/۲، (حدیث:۲۷۳۹)سنن النسائی:۳۵۲/٦(حدیث:۳۱۷۸)

[۱۰٦]حلیۃ الاولیاء:۲۸۹/۸

بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ".

(خدائے عز وجل اس امت کو کمزوروں کی وجہ سے؛ ان کی دعا، نماز اور اخلاص کی وجہ سے مدد فرماتا ہے۔)[۱۰۷]

## حدیث: (۱۷)

حضرت مسافع دِیلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے......رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَوْلَا عِبَادٌ لِلّٰهِ رُكَّعٌ وَصِبْيَةٌ رُضَّعٌ وَبَهَائِمُ رُتَّعٌ لَصُبَّ عَلَيْكُمُ الْعَذَابُ صَبًّا، ثُمَّ رَضَّ رَضًّا".

(اگر اللہ کے چند عبادت گذار بندے، دودھ پیتے بچے اور چرنے والے جانور نہ ہوتے تو ضرور تم پر بڑا عذاب آتا پھر خوب (توڑ پھوڑ) تباہی ہوتی۔)

اسے طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا۔[۱۰۸]

## حدیث: (۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے......رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَيَدْفَعُ بِالرَّجُلِ الصَّالِحِ عَنْ مِئَةٍ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ مِنْ جِيْرَانِهِ الْبَلَاءَ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾

(بے شک اللہ ایک مرد صالح کے ذریعہ اس کے سو پڑوسیوں سے بلا کو دفع فرماتا ہے، پھر آپ نے آیت تلاوت کی کہ: اگر اللہ لوگوں میں سے ایک کا دفاع دوسرے سے نہ کرے تو زمین برباد ہو جائے۔)

اِسے طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کیا۔[۱۰۹]

---

[۱۰۷] السنن الکبریٰ: ۳/۳۴۵ (حدیث: ۶۳۸۹)

[۱۰۸] المعجم الکبیر: ۲۲/۳۰۹ (حدیث: ۷۸۵)، السنن الکبریٰ: ۲/۳۴۵ (حدیث: ۶۴۶۲)

[۱۰۹] المعجم الکبیر: ۱۳/۲۱۵ (حدیث: ۱۳۹۴۰)، المعجم الاوسط: ۴/۲۳۹ (حدیث: ۴۰۸۰)

اِس میں یحییٰ بن سعید عطّار نام کا ایک راوی ضعیف ہے۔[۱۱۰]

## حدیث: (۱۹)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

”مَنْ اِسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعاً وَّعِشْرِيْنَ مَرَّةً اَوْ خَمْساً وَّعِشْرِيْنَ مَرَّةً۔ اَحَدُ الْعَدَدَيْنِ ۔ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ اَهْلُ الْاَرْضِ“.

(جس نے ہر روز ۲۷ یا ۲۵ مرتبہ مومن مردوں یا عورتوں کے لئے استغفار پڑھا تو وہ ان لوگوں میں سے ہوجائے گا جن کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور جن کے ذریعہ دنیا والوں کو روزی نصیب ہوتی ہے۔)

اسے طبرانی نے روایت کیا۔[۱۱۱]

اِن حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ ابدال کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہیں جن کے وسیلے سے برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ ہاں! ابدال کے علاوہ لوگوں کی برکتوں کا جب یہ حال ہے تو ابدال کے وسیلے سے جن برکتوں کا نزول ہوتا ہوگا، اُس کا کیا تصور؟

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان مقدس ہستیوں کی دعاؤں کے طفیل آسمان سے امن و امان اور خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ یہ بات درست تو ہے مگر یہی نہیں کہ صرف ان کی دعاؤں سے خیر و برکت کا سلسلہ جاری ہوتا ہے، بلکہ ان کا عمل اور ان کا اخلاص بھی نزول برکات کا ذریعہ بنتا ہے، بلکہ کسی بستی میں صرف ان کا رہنا ہی امن و امان کا ضامن اور خیرات و برکات کا داعی ہے۔ یہ دعا کریں نہ کریں، اُن کا مبارک وجود ہی خوشحال زندگی کا امین ہے۔ اسی لئے شارحینِ حدیث؛ عینی، عسقلانی اور قسطلانی ”بِضُعَفَائِكُمْ“ کی توجیہ ”بِبَرْكَتِهِمْ وَدُعَائِهِمْ“ سے کرتے ہیں۔ یعنی اُن کی دعا اور اُن کے وجود کی برکت دونوں ہی کشادگیِ رزق اور عطائے نصرت کا ذریعہ ہیں۔[۱۱۲]

---

[۱۱۰] مجمع الزوائد: ۳۹۹/۸ (حدیث: ۱۳۵۳۳) [۱۱۱] مجمع الزوائد: ۳۵۲/۱۰ (حدیث: ۱۷۶۰۰)

[۱۱۲] عمدۃ القاری: ۱۷۸/۱۴، فتح الباری: ۶/۶۷، ارشاد الساری: ۹۱/۵

## اَبدال کے اخلاق وعادات

ابدال کے اخلاق وعادات کے تعلق سے کوئی صحیح حدیث تو نہیں البتہ جو ضعیف حدیثیں اس باب میں وارد ہوئی ہیں، وہ اپنے شواہد کے پیش نظر قوی ہو جاتی ہیں۔ ذیل میں ہم اُن حدیثوں کو نقل کررہے ہیں:

### حدیث: (۲۰)

• صَالِحِ الْمُرِّيِّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ أَبْدَالَ أُمَّتِي لَمْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِالْأَعْمَالِ، وَلَكِنْ يَدْخُلُوهَا بِرَحْمَةِ اللَّهِ، وَسَخَاوَةِ النَّفْسِ، وَسَلَامَةِ الصَّدْرِ، وَالرَّحْمَةِ لِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ".

(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''بیشک میری امت کے ابدال جنت میں اعمال کی بنیاد پر نہیں گئے، بلکہ وہ لوگ اللہ کی رحمت، نفس کی سخاوت، دل کی سلامتی اور تمام مسلمانوں کے ساتھ نرم رویّہ اختیار کرنے کے سبب جنت میں داخل ہوئے۔) [۱۱۳]

صالح مُرّی پر اس حدیث کا دارومدار ہے اور وہ ضعیف ہے۔[۱۱۴]

### حدیث: (۲۱)

• عن انس ان رسول اللہ ﷺ قال اِنَّ بُدَلَاءَ اُمَّتِیْ لَمْ یَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِکَثْرَةِ صَلَاتِهِمْ وَلَاصِیَامِهِمْ وَلٰکِنْ دَخَلَهَا بِسَلَامَةِ صُدُوْرِهِمْ وَسَخَاوَةِ اَنْفُسِهِمْ".

---

[۱۱۳] مکارم الاخلاق للطبرانی: ۱/۱۷۵ (حدیث: ۱۷)، الفتوۃ للسلمی: ۱۳۰، معانی الاخبار للکلاباذی: ۴۰، شعب الایمان: ۷/۴۳۹ (حدیث: ۱۰۸۹۳)

[۱۱۴] تقریب التہذیب: ۱/۳۵۸

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میری امت کے ابدال جنت میں اپنی نمازوں اور اپنے روزوں کی زیادتی کی بنا پر نہیں گئے، بلکہ اپنے دلوں کی سلامتی اور اپنے نفسوں کی سخاوت کی وجہ سے وہ لوگ جنت میں داخل ہوئے۔)

اسے ابن عدی نے روایت کیا ہے۔اس میں ایک راوی ''محمد بن عبدالعزیز دینوری'' ہے۔ابن عدی کہتے ہیں کہ: یہ حدیث ''دینوری'' کے علاوہ غیر معروف ہے۔اس حدیث کے علاوہ ''دینوری'' نے کئی ایک منکر حدیثیں روایت کی ہیں۔[۱۱۵]

ذہبی کہتے ہیں کہ: ''دینوری'' منکر الحدیث، ضعیف ہے، ثقہ نہیں۔ وہ بلائیں لاتا ہے۔[۱۱۶]

## حدیث: (۲۲)

• عَنْ يَزِيْدَ الرَّقَّاشِيُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِ ﷺ قَالَ دَعَائِمُ اُمَّتِيُ عَصَائِبُ الْيَمَنِ وَاَرْبَعُوْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَبْدَالِ بِالشَّامِ كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَ لَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ اَمْ اَنَّهُمْ لَمْ يَبْلُغُوْا ذٰلِكَ بِكَثْرَةِ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ وَلٰكِنْ بِسَخَاءِ الْاَنْفُسِ وَسَلَامَةِ الصُّدُوْرِ وَالنَّصِيْحَةِ لِلْمُسْلِمِيْنَ .[۱۱۷]

(حضرت انس بن مالک سے مروی ہے ......وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''یمن کے عصائب میری امت کے ستون ہیں اور چالیس مرد ابدال شام میں ہیں۔ جب کبھی ایک مرد فوت ہوتا ہے،

---

[۱۱۵] الکامل: ۶/۲۲۹۱-۲۲۹۲، کرامات الاولیاء للخلال: ۳/۱ (حدیث: ۶)

[۱۱۶] میزان الاعتدال: ۳/۶۲۹ (۷۸۷۷)

[۱۱۷] تاریخ مدینۃ دمشق: ۱/۲۹۲

اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو بحال فرماتا ہے، مگر وہ اس مرتبہ کو نماز اور روزہ کی کثرت سے نہیں پہونچے ہیں، بلکہ نفسوں کی سخاوت، دلوں کی سلامتی اور مسلمانوں کی خیر خواہی سے اس مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں‘‘۔)

اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔اس میں ایک راوی ’’یزید الرقاشی‘‘ ہے۔ عقیلی نے اسے ضعیف لکھا ہے۔[۱۱۸]

## حدیث: (۲۳)

• عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ’’لَا يَزَالُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ إِبْرَاهِيمَ، يَدْفَعُ اللهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، يُقَالُ لَهُمُ الْأَبْدَالُ«، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: »إِنَّهُمْ لَمْ يُدْرِكُوهَا بِصَلَاةٍ وَلَا بِصَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ«، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَبِمَ أَدْرَكُوهَا؟ قَالَ: »بِالسَّخَاءِ وَالنَّصِيحَةِ لِلْمُسْلِمِينَ‘‘. [۱۱۹]

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’میری امت میں ایسے چالیس مرد برابر ہوتے رہیں گے جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوں گے۔ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ زمین والوں کو محفوظ رکھے گا جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ وہ لوگ اِس مرتبے کو نماز روزہ اور صدقہ کی وجہ سے نہیں پہنچے۔صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! پھر وہ کیونکر اس مرتبہ پر فائز ہوئے؟ فرمایا: سخاوت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرکے۔)

---

[۱۱۸] کتاب الضعفاء الکبیر: ۳۷/۴/۴

[۱۱۹] المعجم الکبیر: ۱۸۱/۱۰ (حدیث: ۱۰۳۹۰) حلیۃ الاولیاء: ۱۷۲/۴

ہیثمی لکھتے ہیں: ''اس حدیث کے دو راوی ''ثابت عیاش الاحدب'' اور ''ابو رجاء الکلبی'' کو میں نہیں پہچانتا اور باقی رجال صحیح ہیں۔[۱۲۰]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ ''ابو رجا الکلبی'' غیر معروف راوی نہیں۔ ائمہ نقاد نے اس کے بارے میں جرح وتعدیل کے مختلف اقوال پیش کئے ہیں:

ابن معین کہتے ہیں کہ: ''ابو رجا الکلبی ثقہ ہے''۔[۱۲۱]

ابن عدی کہتے ہیں: ''وہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ حدیثیں روایت کرتا ہے''۔[۱۲۲]

بزار نے اپنی مسند میں اسے ثقہ قرار دیا۔[۱۲۳]

ابن حبان کہتے ہیں کہ: وہ ثقات سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اسانید کو مقلوب بناتا ہے اور موقوف کو مرفوع کرتا ہے، اس سے حدیث کی روایت حلال نہیں''۔[۱۲۴]

البتہ طبرانی کا شیخ ''احمد بن داود مکی'' ضرور غیر معروف ہے۔

بکر بن خُنَیس تابعی کی ایک مرسل روایت ہے:

''عَلَامَةُ اَبْدَالِ اُمَّتِیْ اَنَّھُمْ لَا یَلْعَنُوْنَ شَیْئًا اَبَداً''.

(میری امت کے ابدال کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی کسی چیز پر لعنت نہیں بھیجتے۔)[۱۲۵]

اسے ابن ابی الدنیا نے روایت کیا۔ اس کے سلسلۂ اسناد میں دو راوی ہیں۔ ایک عبدالرحمٰن بن صالح ازدی، دوسرے عبدالرحمٰن بن محمد محاربی؛ یہ دونوں صدوق ہیں۔[۱۲۶]

---

[۱۲۰] مجمع الزوائد: ۳۷۰/۱۰

[۱۲۱] کتاب الجرح والتعدیل: ۳۷۰/۹

[۱۲۲] الکامل: ۱۰۰۳/۳

[۱۲۳] لسان المیزان: ۱۱۷/۳

[۱۲۴] کتاب الضعفاء والمتروکین: ۲۸۹/۱

[۱۲۵] کتاب الاولیاء: ۲۸ (حدیث: ۵۹)

[۱۲۶] کتاب الجرح والتعدیل: ۲۸۲-۲۴۶/۵

اِس باب میں ابوالزناد تابعی سے ایک مقطوع روایت بھی موجود ہے جو درج ذیل ہے:

''جب نبوت ختم ہوئی اور انبیا زمین کی میخیں (اَوتاد) تھے تو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چالیس مرد کو ان کا جانشین قرار دیا۔ جنھیں ''ابدال'' کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک مرد کی وفات پر اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس کا نائب بنا دیتا ہے۔ وہ زمین کی میخیں ہیں۔ اُن میں سے تیس مرد کے دل ابراہیم علیہ السلام کے قلب کی مثال پر ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں پر فضیلت رکھتے ہیں تو نماز اور روزہ کی زیادتی کی وجہ سے نہیں اور نہ خوب خاکساری دکھانے اور نہ اچھی فطرت کی وجہ سے...... بلکہ سچی پرہیز گاری، اچھی نیت، دلوں کی سلامتی اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے تمام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی، بردباری، صبر، خیر، بھلائی، سنجیدہ عقل اور رسوائی کی جگہوں کے علاوہ انکساری اختیار کر کے (وہ لوگوں پر فضیلت پاتے ہیں۔) جان لو بلاشبہ وہ ذرا بھی لعنت ملامت نہیں کرتے اور نہ کسی کو ستاتے ہیں۔ نہ اپنے کسی ماتحت پر دراز دستی کرتے ہیں اور نہ اُسے کمتر خیال کرتے ہیں اور نہ اپنے سے اوپر والوں سے حسد رکھتے ہیں، نہ وہ (بناوٹی طور پر) عاجزی دکھانے والے ہوتے ہیں اور نہ کمزوی اور نہ خود پسندی کرنے والے ہوتے ہیں، نہ وہ دنیا سے محبت کرتے ہیں اور نہ دنیا کے لئے، نہ آج کی وحشت میں ہیں اور نہ کل کی غفلت میں''۔

اسے ابن ابی الدنیا نے روایت کیا اور پھر اُن سے ابن عساکر نے بسند خود روایت کیا۔[۱۲۷] اِس کے اسناد میں ایک راوی ''عثمان بن مطیع'' صدوق ہے اور باقی رجالِ ثقات ہیں۔[۱۲۸]

---

[۱۲۷] الاولیا: ۲/۱۷۱ (حدیث: ۵۷)، تاریخ مدینۃ دمشق: ۱/۳۰۴

[۱۲۸] کتاب الجرح والتعدیل: ۶/۱۷۰، تقریب التہذیب: ۱/۴۸۴-۴۹۷

# اَبدال مرد ہوتے ہیں

گذشتہ حدیثوں میں ابدال کے لئے ''رَجُل'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابدال مرد ہوتے ہیں اور ان کے گروہ میں کوئی عورت نہیں۔

درایت کا بھی یہی تقاضا ہوتا ہے۔ یہ ذمہ داروں کی ایک جماعت ہے۔ اُن کے ذمہ خلقِ خدا کی خیر خواہی اور نفع رسانی کے معاملات دیئے جاتے ہیں اور یہ کام لوگوں سے میل جول کئے بغیر انجام نہیں پاتا۔ ابدال وہ مقدس لوگ ہیں جو پابندی شریعت کے نازک مرحلوں کو بھی بڑی تن دہی اور دلجمعی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اگر اُن میں کوئی عورت ہو تو وہ اپنے منصب کی ادائیگی میں ضرور احکام شریعت سے اعراض کرے گی ورنہ اختلاطِ مرد و زن کا وَبال اُس کے سر جائے گا۔ ایک ابدال سے ایسی حرکتوں کا تصور بھی محال ہے یا تو عورت ابدال نہیں ہوگی یا ہوئی تو اپنے منصب سے کبھی عہدہ برآ نہ ہو پائے گی۔

بعض روایتوں سے اندیشہ ہوتا ہے کہ ابدال کی جماعت میں عورتیں بھی شامل ہیں مگر ان روایتوں کی اسنادی حیثیت قابلِ اطمینان نہیں، مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

### حدیث: (۲۷)

''اَلْاَبْدَالُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا وَّ اَرْبَعُوْنَ اِمْرَأَةً كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ رَجُلًا وَّ كُلَّمَا مَاتَتْ اِمْرَأَةٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهَا اِمْرَأَةً''.

(ابدال چالیس مرد اور چالیس عورتیں ہیں۔ جب کبھی ایک مرد ہوتا ہے تو خدا اس کی جگہ پر ایک مرد کو رکھ دیتا ہے اور جب کبھی کوئی عورت فوت ہوتی ہے تو خدا اس کی جگہ پر ایک عورت کو لاتا ہے۔)

اسے خلّال اور دیلمی نے روایت کیا۔[۱۲۹]

---

[۱۲۹] کرامات الاولیاء للخلال: ۱/۱ (حدیث: ۱)، الفردوس بمأثور الخطاب: ۱/۱۱۹ (حدیث: ۴۰۵)، زہر الفردوس: ۳/۳۲۸، ۳۲۹ (حدیث: ۱۰۶۷)

اس کے اسناد میں خلاّل کا شیخ: ''بکر بن شاذان'' متہم ہے جو منکر حکایتیں روایت کرتا ہے۔ حاکم نے اس پر طعن کیا ہے جیسا کہ ذہبی نے لکھا ہے۔[۱۳۰]

ابن جوزی نے بھی خلاّل کی اِس حدیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اُس میں چند مجہول راوی ہیں۔[۱۳۱] ابن حجر عسقلانی نے بھی ابن جوزی کی موافقت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: اُس میں چند مجہول راوی ہیں۔[۱۳۲]

ایسے ہی دیلمی کی روایت کے سلسلہ اسناد میں حضرت انس سے روایت کرنے والے عطا خراسانی کے سوا باقی ضعیف اور مجہول راوی ہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ ابدال کے تعارف و احوال کے سلسلے میں روایتیں بہت زیادہ اختلافی ہیں، اِس کے باوجود اِس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ 'ابدال کا وجود' حدیث کے پختہ دلائل سے ثابت ہے اور یہ اصطلاح بھی، جیسا کہ میں نے اِس کتاب کے شروع میں اِس پر گفتگو کی ہے، چنانچہ علامہ طاہر پٹنی اپنی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' میں لکھتے ہیں: ''**قلت هُوَ صَحِيح وَإِن شِئْت قلت متواتر فِيهِ آثَار كَثِيرَة متواترة بِحَيْثُ يقطع بِوُجُود الأبدال ضَرُورَة**''.[۱۳۳]

یہاں تک کہ البانی بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ:

> ''ابدال کے مسئلے میں ایک حد تک جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام روایتیں جو میں نے پیش کی ہیں اور ان کے علاوہ جو روایتیں ہیں، وہ سب کی سب وجودِ اَبدال کے اعتراف پر اکٹھا ہیں اور ائمہ حدیث جیسے شافعی، احمد، بخاری

---

[۱۳۰] میزان الاعتدال: ۲۰۶/۳

[۱۳۱] الموضوعات: ۱۵۲/۳

[۱۳۲] القول المسدد: ۸۳ (حدیث: ۱۹)

[۱۳۳] تذکرۃ الموضوعات: ۱۹۴

وغیرہ کا اِس لفظ (ابدال) کا استعمال کرنا بھی اُس کے وجود کی شہادت دیتا ہے تو ہم اُنھیں کثرت سے کہتے ہوئے پاتے ہیں کہ فلاں ابدال میں سے ہے یا اِسی جیسی بات''۔[۱۳۴]

تمت

ارشد جمال اشرفی

[۱۳۴]سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۵۲۰/۵

# مآخذ ومراجع

## حدیث



| | | |
|---|---|---|
| ا.الجھاد | عبداللہ بن المبارک المروزی (۱۸۱ھ) | دارالنور، بیروت |
| ۲.المصنف | عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی (۲۱۱ھ) | مرکز البحوث، قاھرۃ |
| ۳. مسندالامام احمد | احمد بن حنبل الشیبانی (۲۴۱ھ) | مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت |
| ۴. فضائل الصحابۃ | احمد بن حنبل الشیبانی (۲۴۱ھ) | مرکزالبحث العلمی،بمکۃ المکرّمۃ |
| ۵. صحیح البخاری | محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ) | داراحیاءالتراث العربی،بیروت |
| ۶. صحیح مسلم | مسلم بن حجّاج القُشیری (۲۶۱ھ) | داراحیاءالتراث العربی،بیروت |
| ۷. سنن الترمذی | محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی (۲۷۹ھ) | شرکۃ مصطفیٰ البابی،مصر |
| ۸. سنن ابی داود | ابوداوداشعث بن سلیمان السجستانی (۲۷۵ھ) | داراحیاءالتراث العربی،بیروت |
| ۹. سنن النسائی | احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳ھ) | داراحیاءالتراث العربی،بیروت |
| ۱۰.الاولیاء | عبداللہ بن محمد-ابن ابی الدنیا (۲۸۱ھ) | مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ،بیروت |
| ۱۱. نوادرالاصول | محمد بن علی بن حسن الحکیم الترمذی (۳۲۰ھ) | دارالکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۱۲.المعجم الکبیر | سلیمان بن احمدالطبرانی (۳۶۰ھ) | مکتبۃ ابن تیمیۃ، قاھرۃ |
| ۱۳.المعجم الاوسط | سلیمان بن احمدالطبرانی (۳۶۰ھ) | دارالحرمین، قاھرۃ |
| ۱۴. مکارم الاخلاق | سلیمان بن احمدالطبرانی (۳۶۰ھ) | دارالبشائرالاسلامیۃ، بیروت |
| ۱۵. معانی الاخبار | محمد بن ابی اسحاق الکلاباذی (۳۸۰ھ) | دارالکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۱۶.الفتوۃ | ابوعبدالرحمٰن السلمی (۴۱۲ھ) | دارالرازی، عمان، اردن |
| ۱۷.مشکاۃ المصابیح | محمد بن عبداللہ الخطیب (۴۲۷ھ) | المکتب الاسلامی، بیروت |
| ۱۸. کرامات الاولیاء | الحسن بن محمد بن الخلاّل (۴۳۹ھ) | المکتبۃ الاسلامیۃ، قاھرۃ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹. فضائل الشام ودمشق | علی بن محمد الربعی المالکی (۴۴۴ھ) | المجمع العلمی العربی، بیروت |
| ۲۰. السنن الکبریٰ | ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (۴۵۸ھ) | دار المعرفۃ، بیروت |
| ۲۱. شعب الایمان | ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (۴۵۸ھ) | دار الکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۲۲. الفردوس بمأثور الخطاب | شیرویہ بن شہردار دیلمی (۵۰۹ھ) | دار الکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۲۳. الاحادیث المختارۃ | ضیاء الدین محمد المقدسی (۶۴۳ھ) | دار خضر، بیروت |
| ۲۴. المنار المنیف | محمد بن ابی بکر-ابن قیم الجوزیۃ (۷۵۱ھ) | دار الکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۲۵. جامع المسانید والسنن | اسماعیل بن کثیر الدمشقی (۷۷۴ھ) | دار الکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۲۶. التذکرۃ | محمد بن عبداللہ الزرکشی (۷۹۴ھ) | دار الکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۲۷. فضائل الشام | عبدالرحمٰن بن رجب الحنبلی (۷۹۵ھ) | دار الوطن للنشر، الریاض |
| ۲۸. مجمع الزوائد | علی بن ابی بکر الہیثمی (۸۰۷ھ) | دار الفکر، بیروت |
| ۲۹. زہر الفردوس | احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۳ھ) | جمعیۃ دار البر، دبئ |
| ۳۰. المقاصد الحسنۃ | محمد عبدالرحمان السخاوی (۹۰۲ھ) | دار الکتاب العربی، بیروت |
| ۳۱. الجامع الصغیر | عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (۹۱۱ھ) | دار الکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۳۲. جمع الجوامع | عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (۹۱۱ھ) | الازہر الشریف، القاہرۃ |
| ۳۳. کشف الخفاء | اسماعیل بن محمد العجلونی (۱۱۶۲ھ) | دار الکتب العلمیۃ، بیروت |
| **علم الحدیث** | | |
| ۳۴. مقدمۃ ابن الصلاح | عثمان بن عبدالرحمٰن-ابن الصلاح (۶۴۳) | دار الفکر، بیروت |
| ۳۵. التقریب والتیسیر | محی الدین بن شرف النووی (۶۷۶ھ) | دار الکتاب العربی، بیروت |
| ۳۶. التقیید والایضاح | عبدالرحیم بن حسین العراقی (۸۰۶ھ) | دار الفکر، بیروت |
| ۳۷. نزہۃ النظر | احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۳ھ) | مطبعۃ الصباح، دمشق |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۸. تدریب الراوی | عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (۹۱۱ھ) | دارالکتاب العربی، بیروت |
| ۳۹. الرفع والتکمیل | محمد عبدالحی اللکنوی الھندی | دارالسلام، بیروت |
| ۴۰. مصطلحات اصول الحدیث | ڈاکٹر خالد علوی | الفیصل، اردو بازار، لاہور |
| **شرح الحدیث** | | |
| ۴۱. التمھید | ابو عمر بن عبدالبر النمری (۴۶۳ھ) | مؤسسۃ الفرقان، لندن |
| ۴۲. فتح الباری | احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۳ھ) | داراحیاء التراث العربی، بیروت |
| ۴۳. عمدۃ القاری | محمود بن احمد، بدرالدین العینی (۸۵۵ھ) | داراحیاء التراث العربی، بیروت |
| ۴۴. ارشاد الساری | محمد بن احمد القسطلانی (۹۲۳ھ) | داراحیاء التراث العربی، بیروت |
| ۴۵. فیض القدیر | عبدالرؤوف المناوی (۱۰۳۱ھ) | دارالکتب العلمیۃ، بیروت |
| **علم الجرح والتعدیل** | | |
| ۴۶. کتاب الضعفاء الکبیر | محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی (۳۲۲ھ) | دارالکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۴۷. کتاب الجرح والتعدیل | عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی (۳۲۷ھ) | داراحیاء التراث العربی، بیروت |
| ۴۸. المراسیل | عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی (۳۲۷ھ) | مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت |
| ۴۹. الکامل فی ضعفاء الرجال | عبداللہ بن عدی الجرجانی (۳۶۵ھ) | دارالفکر، بیروت |
| ۵۰. الموضوعات | عبدالرحمٰن بن علی الجوزی (۵۹۷ھ) | المکتبۃ السلفیۃ، المدینۃ |
| ۵۱۱. کتاب الضعفاء والمتروکین | عبدالرحمٰن بن علی الجوزی (۵۹۷ھ) | دارالکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۵۲. میزان الاعتدال | محمد بن احمد بن عثمان الذھبی (۷۴۸ھ) | دارالمعرفۃ، بیروت |
| ۵۳. القول المسدّد | احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۳ھ) | مکتبۃ ابن تیمیۃ، قاھرۃ |
| ۵۴. لسان المیزان | احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۳ھ) | داراحیاء التراث العربی، بیروت |
| ۵۵. تھذیب التھذیب | احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۳ھ) | داراحیاء التراث العربی، بیروت |

| | | |
|---|---|---|
| ۵۶. تقریب التہذیب | احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۳ھ) | دار المعرفۃ، بیروت، لبنان |
| ۵۷. الاسرار المرفوعۃ | علی بن محمد-ملا علی القاری (۱۰۱۴ھ) | دار الکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۵۸. تذکرۃ الموضوعات | محمد بن طاہر بن علی الفتنی (۹۸۶ھ) | دار احیاء التراث العربی، بیروت |
| ۵۹. سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ | محمد ناصر الدین الالبانی (۱۴۲۰ھ) | مکتبۃ المعارف، الریاض |
| | **تراجم وطبقات** | |
| ۶۰. حلیۃ الاولیاء | ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۴۳۰ھ) | دار الفکر، بیروت |
| ۶۱. سیر اعلام النبلاء | محمد بن احمد بن عثمان الذھبی (۷۴۸ھ) | مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت |
| | **التاریخ** | |
| ۶۱. تاریخ الطبری | محمد بن جریر الطبری (۳۱۰ھ) | روائع التراث العربی، بیروت |
| ۶۲. تاریخ مدینۃ دمشق | علی بن حسن، ابن عساکر (۵۷۱ھ) | دار الفکر، بیروت |
| ۶۳. البدایۃ والنہایۃ | اسماعیل بن کثیر الدمشقی (۷۷۴ھ) | دار ھجر، الریاض |
| ۶۴. تاریخ ابن خلدون | عبدالرحمٰن بن خلدون | دار الفکر، بیروت |
| | **فتاویٰ** | |
| ۶۵. مجموع الفتاویٰ | احمد بن عبدالحلیم، بن تیمیۃ (۷۲۸ھ) | مجمع الملک فھد، مدینۃ المنورۃ |
| ۶۶. مجموعۃ الرسائل | احمد بن عبدالحلیم، بن تیمیۃ (۷۲۸ھ) | دار الکتب العلمیۃ، بیروت |
| ۶۷. الحاوی للفتاوی | عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (۹۱۱ھ) | دار الکتاب العربی، بیروت |
| ۶۸. رسائل ابن عابدین شامی | محمد امین-ابن عابدین الشامی (۱۲۵۲ھ) | -------- |
| | **التصوف** | |
| ۶۹. الفتح الربانی | الشیخ عبدالقادر الجیلانی (۵۶۱ھ) | دار الفکر، بیروت، لبنان |
| ۷۰. فتوح الغیب | الشیخ عبدالقادر الجیلانی (۵۶۱ھ) | دار الھادی، الریاض |
| ۷۱. لطائف اشرفی | السید محمد اشرف السمنانی (۸۰۸ھ) | مکتبہ سمنانی، کراچی، |